PK
6458
S47
1920

Shibli Nu'mani, Muhammad
Savanih 'umri-i Firdausi

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY

5

SAWANEH FIRDAUSI

LIBRARY
UNIVERSITY OF TORONTO

PK
6458
S47
1920

سوانح عمری

Shibli Nu'mani, Muhammad

فردوسی

اسمیں فردوسی کے مکمل حالات ہیں اور اسکے کلام پر نقد و تبصرہ ہے

Sawanih 'Umri-i Firdausi

مؤلفہ

شمس العلماء حضرت مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

حسب اجازت

سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی نے بماہ جنوری

جمعیت ناشران جدید دہلی کے مطبع میں چھپوا کے شائع کی

قیمت فی جلد

مخدرات تیموریہ

بے عیب خاندان شاہی کی مستورات کا عالیشان سلسلہ عصمت و عفت کے پاکیزہ کرشمے جو ہر ایک شجاع اور بہادر قوم کی تاریخ کی جان ہے، علم و ہنر کے مکمل اور بے عیب علمی نتائج اور سرزمین کے سب سے سرسبز اور ہرے بھرے باغ کی شگفتہ پھولوں کی مہک جو ایکدفعہ قومی زمین کہلا چکی ہے شجاعت اور تہور کے حیرت انگیز تماشے جنہوں نے ساری دنیا کو مسخر کرلیا تھا ایک عظیم الشان خاندان کی وہ شان و شوکت کی تعجب ناک تصویریں جنکی نظیر چشم فلک نے نہیں دیکھی، قیمت رسمی کاغذ مجلد عہ

فہرست بیگمات

امتہ الحبیب یا حمیدہ بانو بیگم، فخر النساء بیگم، عظمت النساء بیگم، آسائش بانو بیگم، آغا بیگی، آرزم بانو بیگم، آرام جاں بیگم، ممتاز محل، امتہ الحبیب، قدسیہ بیگم، اعزاز النساء بیگم، اورنگ آبادی محل، دلپذیر بانو بیگم، بنی بی دودو، دلرس بانو بیگم، روشن آرا بیگم، روپ متی رحمت بانو، رضیۃ النساء بیگم، لاڈ ملک، شمروکی بیگم، رضیہ سلطانہ، بدر النساء بیگم، جانان بیگم، جانی بیگم، رانی جودہ بائی، حمیدہ بانو بیگم، حاجی بیگم خانہ زاد بیگم، شہزادہ خانم، نواب قدسیہ بیگم، ثریا بانو بیگم، جہاں آرا بیگم، رانی پاربتی، رانی تارا بائی، تلسی بائی، زینت النساء بیگم، زبدۃ النساء بیگم، بادشاہ بیگم، سلطان بیگم، سلیمہ سلطان بیگم، سلیمہ بانو بیگم، جمیلہ خاتون، موتی بیگم، اشرف النساء بیگم، آئی بیگم، بخت النساء بیگم، بہار بانو بیگم، بائی اودے پوری، بائی بھوت والی، بچنی بیگم، بیگم سلطانہ، بی بی بائی، زیب النساء بیگم۔

سفرنامۂ ہستی یعنی نیرنگی دنیا

مولفہ مولانا مولوی عبد الحلیم شرر مرحوم لکھنوی، انسان کو جس قدر مراحل زندگی ہر حصہ عمر میں پیش آتے ہیں انکو اس خوبی سے ادا کیا ہے کہ بے اختیار آنسو ٹپک پڑتے ہیں اور دنیا ایک عبرتکدہ معلوم ہوتی ہے، یہ مولانا شرر ہی کا حصہ تھا کہ ہر بیان بے مثل اور ہر خیال بے نظیر، گویا انشا پردازی اور سچے واقعات کی روح ہے۔ قیمت عہ فہرست مضامین، بچپن، جوانی، جوش جوانی، کسی کی یاد، خیال یار، انتظار، آج، کل، تمنا، نیرنگی دنیا، آرزو، سعی بے حاصل، فکر، چاندنی رات افسردہ دلی، غرور حسن، رعنائی، شام غربت، صحبت، نہیں، سادگی، نگاہ شوق، خود نمائی، رقیب، شب فراق، آہ پر تاثیر آہ، حسن و عشق، کامیابی، انجام، مرور انجام، صحبت دوشین، صبح، شہر کی رات، امید، دنیا بہ امید قائم، مرد چوں پیر شود۔ حرص جواں میکرد، زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز، سود وطن، بزم قدرت، تغیرات عالم، اداسی، دم واپسیں ؎

بستان التفاسیر

ترجمہ اردو تفسیر رفتہ العزیز۔ پارہ تبارک الذی، مصنفہ عمدۃ المحدثین زبدۃ المفسرین امام العلماء قدوۃ الفضلاء حضرت مولینا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، ایسے شخص کی تصنیف کی کیا کوئی تعریف لکھ سکتا ہے، صرف ان کا نام کافی ہے، گیارہ بڑی صورتوں کی تفسیر ہے، معہ احادیث کے، لڑکیوں اور عورتوں کے واسطے اس کا مطالعہ ضروری ہے، صفحات ۴۰۰، قیمت عہ مجلد ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فردوسی

حسن بن اسحاق بن شرف نام، اور فردوسی[1] تخلص تھا، دولت شاہ کا بیان ہے کہ کہیں کہیں وہ اپنا تخلص ابن شرف شاہ بھی لاتا ہے مجالس المومنین میں بعض مورخوں کے حوالہ سے اسکے باپ کا نام منصور بن فخر الدین احمد بن مولانا فرخ بیان کیا ہے وطن میں بھی اختلاف ہے چار مقالہ میں ہے کہ طبرستان کی نواحی میں باژ نام ایک گاؤں تھا فردوسی یہیں کا رہنے والا تھا دیباچہ شاہنامہ میں گاؤں کا نام شاداب لکھا ہے بہرحال اس قدر عموماً مسلم ہے کہ فردوسی کا وطن طوس کے اضلاع میں تھا اور یہ وہی مردم خیز صوبہ ہے جسکی خاک نے امام غزالی، اور محقق طوسی پیدا کئے۔ سنہ ولادت معلوم نہیں، البتہ سال وفات ۴۱۱ھ ہے اور چونکہ عمر کم از کم ۸۰ برس کی تھی جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے۔

کنون عمر نزدیک ہشتاد شد — امیدم بہ یکبارہ بر باد شد

اسلئے سال ولادت تقریباً ۳۲۹ھ سمجھنا چاہیئے۔ فردوسی جب پیدا ہوا تو اسکے باپ نے خواب میں دیکھا کہ نوزائیدہ بچے نے کوٹھے پر چڑھ کر نعرہ مارا، اور ہر طرف سے لبیک کی صدائیں آئیں، صبح کو جاکر نجیب الدین سے جو اس زمانہ کے مشہور معبر تھے تعبیر پوچھی، انہوں نے کہا۔ یہ لڑکا شاعر ہوگا اور اسکی شاعری کا غلغلہ تمام عالم میں پھیلے گا سن رشد کو پہنچکر تحصیل علوم میں مشغول ہوا اور تمام درسی علوم حاصل کئے

---

[1] فردوسی کا حال تمام تذکروں میں بہ تفصیل مذکور ہے لیکن سب میں باہم سخت اختلاف ہے انمیں سب سے زیادہ قابل اعتبار چار مقالہ ہے جس کا مصنف خود نامور شاعر اور فردوسی سے قریب العہد ہے تاہم اس میں بھی سخت غلطیاں ہیں تیمور کے پوتے بایسنغر نے فضلاء سے شاہنامہ پر جو دیباچہ لکھوایا تھا اسمیں فردوسی کی مفصل سوانحعمری ہے لیکن بعض واقعات ایسے لغو لکھے ہیں کہ اعتبار اٹھ جاتا ہے دولت شاہ سمرقندی نے بھی کسی قدر تفصیل سے حالات لکھے ہیں اور وہ بھی غلطیوں سے خالی نہیں، عربی مصنفین میں سے صرف قزوینی نے آثار البلاد میں اس کا حال لکھا ہے مینے ان سب میں سے واقعات لئے ہیں لیکن جابجا ان کی غلطیوں کی بھی تصریح کردی ہے،

چونکہ آبائی پیشہ زمینداری تہا، اور جس گاؤں میں سکونت تہی خود اس کی ملک میں تہا، اس لئے معاش کی طرف سے فارغ البال تھا[1]، وہ اطمینان کے ساتھ علمی مشغلوں میں بسر کرتا تھا اور کتب بینی کیا کرتا تھا،

شاہنامہ کی ابتدا اور دربار میں رسائی یہ واقعہ جس قدر قطعی ہے اسی قدر اس کی تفصیل میں اختلاف ہے عام روایت یہ ہے کہ فردوسی دادرسی کیلئے محمود کے دربار میں گیا یہاں اس کی شاعری کا جوہر کھلا اور شاہنامہ کی تصنیف پر مامور ہوا لیکن یہ قطعاً غلط ہے فردوسی نے خود بیان کیا ہے کہ شاہنامہ کی تصنیف میں ۳۵ برس صرف ہوئے،

سی و پنج سال از سرائے سپنج — بے رنج بردم بہ امید گنج،
چو بر باد دادند گنج مرا — بنہ حاصلے سی و پنج مرا،

اور سلطان محمود کی کل مدت سلطنت ۳۱ برس ہے

شاہنامہ کے دیباچہ میں فردوسی نے خود سبب تصنیف بیان کیا ہے اس سے بھی اس روایت کی تکذیب ہوتی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محمود کے دربار میں پہنچنے سے بہت پہلے وہ شاہنامہ شروع کر چکا تھا، تفصیل ان واقعات کی شاہنامہ کے سبب تصنیف میں آگے آئیگی

بہرحال اس قدر یقینی ہے کہ فردوسی نے وطن ہی میں شاہنامہ کی ابتدا کی اور ابو منصور نے جو طوس کا صوبہ دار تہا، اس کی سرپرستی کی، ابو منصور کے مرنے کے بعد طوس کا عامل سلان خان مقرر ہوا چونکہ شاہنامہ کا اب ہر جگہ چرچا پھیلتا جاتا تھا، سلطان محمود کو بھی خبر ہوئی سلان خان کے نام حکم پہنچا کہ فردوسی کو دربار میں بھیجدو، فردوسی نے پہلے تو انکار کیا، لیکن پھر شیخ معشوق کی پیشین گوئی یاد آئی، اسلیئے راضی ہو گیا اور طوس سے چل کر ہرات میں آیا لیکن ادھر درباریوں میں سازشیں شروع ہو گئیں، دربار کا میر منشی بدیع الدین دبیر تھا، اسی نے عنصری سے کہا کہ بادشاہ کو مدت سے شاہنامہ کی تصنیف کا خیال تھا، لیکن دربار کے شعراء میں سے کسی نے اسکی ہامی نہیں بھری اب اگر فردوسی سے یہ کام بن آیا تو تمام شعرائے دربار کی آبرو خاک میں مل جائیگی عنصری نے کہا بادشاہ سے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ فردوسی کو الٹا پھیر دیجئے، لیکن اس کی

شاہنامہ کی ابتدا

[1] چہار مقالہ صفحہ ۶۰

اور تدبیر کرنی چاہیئے، چنانچہ فردوسی کے پاس ایک قاصد بھیجا[1] کہ یہاں کا قصد بیفائدہ ہے سلطان کو یوں ہی ایک خیال پیدا ہوا تھا، جس کی بنا پر آپ کی طلبی کا حکم صادر ہوا لیکن اُسدن سے آجتک پھر کبھی ذکر تک نہیں آیا، اس لئے حقیقت واقعہ سے آپ کو اطلاع دیدی گئی، فردوسی نے ہرات سے واپس جانا چاہا، لیکن ساتھ ہی خیال پیدا ہوا کہ شاید اسمین کچھ بھید ہو۔ اتفاق سے عنصری اور بدیع الدین دبیر میں شکر رنجی پیدا ہوئی۔ عنصری نے فردوسی کو جو خط لکھا تھا بدیع الدین ہی کے مشورہ سے لکھا تھا، اب بدیع الدین نے فردوسی کے پاس قاصد بھیجا کہ فوراً اِدھر کا عزم کیجیئے عنصری نے جو لکھا خود غرضی سے لکھا تھا، فردوسی نے خط کے جواب میں لکھ بھیجا کہ میں آتا ہوں یہ اشعار بھی خط میں درج کئے،

بگوش از سروشم بسے مژدہ ہاست ولم گنج گوہر زبان از دہاست
چہ سجد بہ میزان من عنصری گیا چون کشد پیش گلبن سرے

غرض ہرات سے چلکر غزنین میں آیا اور ایک باغ کے قریب ٹھہرا، وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھی، شہر میں جن لوگوں سے راہ و رسم تھی اُن کو اپنے آنے کی اطلاع کی، چلتا پھرتا باغ میں جا نکلا حسن اتفاق سے دربار کے ممتاز شعرا یعنے عنصری۔ فرخی، عسجدی باغ میں سیر کو آئے تھے اور بادہ و جام کا دور چل رہا تھا، فردوسی اُدھر کو جا نکلا۔ حریفوں نے اسکو مخل صحبت سمجھ کر روکنا چاہا، ایک نے کہا کہ اسکو چھیڑا جائے تو خود تنگ آکر چلا جائے گا، عنصری نے کہا، یہ تہذیب اور آدمیت کے خلاف ہے آخر رائے قرار پائی کہ رباعی کا ایک مصرع طرح کیا جائے سب اس پر طبع آزمائی کریں اگر یہ بھی مصرع لگائے، تو شریک صحبت کر لیا جائے ورنہ خود شرمندہ ہوکر اُٹھ جائے گا،

شعر کا مصرع

عنصری نے ابتدا کی اور کہا ع چون عارض تو ماہ نباشد روشن۔
فرخی نے کہا ع مانند رخت گل نبود در گلشن،
عسجدی نے کہا ع مژگانت ہمی گذر کند از جوشن،
قافیوں میں شین کا التزام تھا اور اس التزام کے ساتھ کوئی شگفتہ، قافیہ باقی نہیں،

[1] دیباچہ نویسوں نے عنصری کے ساتھ رودکی کا نام بھی لکھا ہے، لیکن رودکی اس سے پہلے ۳۰۴ھ میں مرچکا تھا،

رہا تھا فردوسی نے برجستہ کہا ع مانند سنان گیو در جنگ پشن

سب نے گیو اور پشن کی تلمیح پوچھی، فردوسی نے تفصیل بیان کی، اسوقت تو سب نے اُسکو، شریک صحبت کرلیا، لیکن رشک اور حسد، ایشیائی قوموں کا خاصہ ہی، سب نے سازش کی کہ فردوسی دربار تک نہ پہونچنے پائے[1]

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ مشاعرہ خود سلطان محمود کے دربار میں ہوا تھا، سلطان محمود کے ندیموں میں ماہک نام ایک شخص صاحب مذاق تھا، اُس سے یہیں باغ میں ملاقات ہوگئی تھی، فردوسی کی شیرین زبانی اور قابلیت دیکھکر گرویدہ ہوا اور اپنے گھر میں لاکر رکھا، کھانے کے بعد فردوسی سے اس کا حال دریافت کیا اُس نے اپنی ساری داستان بیان کی،

یہ وہ زمانہ تھا کہ سلطان نے شاہنامہ کی تصنیف کا حکم دیا تھا اور سات شاعر یعنی، عنصری، فرخی، زینی، عسجدی، منجیک چنگ زن خرقی، ابوبکر اسکاف، ترمذی اس کام کیلئے انتخاب ہوئے تھے،

ماہک نے فردوسی سے شاہنامہ کی تصنیف اور شعرا کے انتخاب کا ذکر کیا فردوسی نے کہا میں بھی شعر کہتا ہوں موقع ہو تو دربار میں میرا بھی ذکر کر دینا ماہک نے اسی دن دربار میں جاکر فردوسی کی تقریب کرنی چاہی لیکن موقع نہ ملا اسطرح ایک ہفتہ گزر گیا، ایک دن ماہک نے دربار سے آکر بیان کیا کہ آج تمام شعرا دربار میں حاضر تھے اور شاہنامہ کی مختلف داستانیں سنائی جارہی تھیں، عنصری رستم و سہراب کی داستان نظم کی تھی، جب یہ دو شعر پڑھے،

دربار میں پہنچنے کی تقریب

ہر آنگہ کہ تشنہ شدی تو بخون — بیالودی این خنجر آب گون

زمانہ بخون تو تشنہ شود، — بہ اندام تو موے دشنہ شود،

تو سلطان محمود نے نہایت پسند کیا، اور حکم دیا کہ عنصری ہی اس خدمت کے لئے مقرر کیا جائے، فردوسی اسوقت چپکا ہو رہا اور خود یہ داستان نظم کرنی شروع کی رات کو، جب معمول کے موافق کھانے پر بیٹھے تو فردوسی نے کہا عنصری سے پہلے شعرا نے رستم و

[1] یہ دیباچہ شاہنامہ کی روایت ہے، دولت شاہ کا بیان ہے کہ اس امتحان کے بعد عنصری نے فردوسی کی تحسین کی اور خود دربار شاہی میں اس کو لیجا کر پیش کیا،

سہراب کی داستان نظم کی چنانچہ خود میرے پاس ایک نظم موجود ہے جس کے آگے عنصری کے اشعار کی کچھ حقیقت نہیں، یہ کہکر نظم حوالہ کی، سرنامہ تھا،

کنون خورد باید مے خوشگوار، | کہ می بوئے مشک آرد از جو بہار
ہوا پُر خروش و زمین پر زجوش، | خنک آنکہ دل شاد دارد بہ نوش
ہمہ بوستان زیر برگ گل است | ہمہ کوہ پر لالہ و سنبل است

ماہک نے سلطان محمود کی خدمت میں جاکر تمہید کے ساتھ پیش کی محمود نے پوچھا کہ یہ جواہر کہاں سے ہاتھ آئے، ماہک نے فردوسی کا نام لیا، اُسی وقت طلبی ہوئی محمود نے نام و نشان پوچھا، فردوسی نے کہا طوس کا باشندہ ہوں محمود نے اسکے حالات پوچھے اسی سلسلہ میں پوچھا کہ طوس کب سے آباد ہے اور کس نے آباد کیا، فردوسی نے تفصیل سے تمام واقعات بیان کئے، محمود نے شعرائے سبعہ کو بلوایا، اور فردوسی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ رستم و سہراب کی داستان اسی نے نظم کی ہے فردوسی نے اسی کے اشعار سنائے تو سب حیرت زدہ رہ گئے، محمود نے خلعت عطا کیا، شعرا نے تحسین کی صدا بلند کی، عنصری نے بڑھ کر، فردوسی کے ہاتھ چوم لئے اس زمانہ میں امرد پرستی عیب نہیں سمجھا جاتا، محمود نے فردوسی سے فرمایش کی کہ ایاز کے سبزہ خط کی تعریف میں کچھ کہے، فردوسی نے برجستہ کہا

مست است بتا چشم تو و تیر بدست | بس کس کہ ز تیر چشم مست تو بخست
گر پوشد عارضت زرہ عذرش است | کز تیر تو ترسد ہمہ کس خاصہ ز مست

یعنی معشوق کی آنکھیں مست اور تیر بکف ہیں اُن تیروں نے ہزاروں کے دل چھلنی کردیے ہیں اس لئے اُن سے بچنے کے لئے رخساروں نے زرہ پہن لی ہے (خط کو زرہ سے تشبیہ دی ہی کیونکہ مست سے سبھی ڈرتے ہیں، خصوصاً جب اُس کے ہاتھوں میں تیر ہو،

محمود نہایت محظوظ ہوا اور شاہنامہ کی تصنیف کی خدمت سپرد کی، ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوا کہ فردوسی کو ایوان شاہی کے قریب ایک مکان دیا جائے، جو تمام ضروری سازوسامان سے آراستہ ہو، اور آلات جنگ، اسلحہ حرب، شاہان عجم اور بہادروں اور پہلوانوں کے مرقعوں اور تصویروں سے سجا دیا جائے، ایک ایک شعر پر ایک ایک اشرفی صلہ مقرر ہوا اور

بدیہہ گو کا امتحان

شاہنامہ تصنیف خدمت ہوئی

حکم ہوا کہ جب ہزار شعر تک نوبت پہنچ جائے تو ہزار اشرفیاں دیدی جایا کریں، لیکن فردوسی نے متفرق رقم سے انکار کیا۔ اور کہا کہ جب کتاب پوری ہو جائے گی تو ایک ساتھ لوں گا،

فردوسی جب وطن میں تھا تو اکثر ایک چشمہ کے کنارے بیٹھا کرتا، اور آب رواں کی سیر سے لطف اُٹھاتا، چشمہ کے اوپر بند تھا جو برسات کے زمانہ میں ٹوٹ جاتا تھا۔ اور اس وجہ سے پانی گدلا ہو جاتا تھا، فردوسی کی طبیعت اس سے مکدر ہوتی تھی، قصد کیا کہ بند کو پختہ کرا دے، لیکن اتنا مقدور نہ تھا، شاہنامہ لکھنا شروع کیا تو نیت کی کہ جو کچھ صلہ ملے گا بند کی تیاری میں صرف کر دوں گا، یہ وجہ تھی کہ اُس نے شاہنامہ کا صلہ متفرق طور پر لینا پسند نہ کیا،

فردوسی نے متصل ۱۲ سال تک غزنین میں قیام کیا، اور شاہنامہ کی تصنیف میں مصروف رہا، پھر وطن گیا، اور کئی برس رہ کر واپس[1] آیا، اس اثنا میں جو حصہ تیار ہو چکا تھا، محمود کے حضور میں پیش کیا اور تحسین و آفرین کے صلے حاصل کئے،

شاہنامہ کی تصنیف کے بیسویں سال جبکہ اسکی عمر ۶۵ برس کی تھی، اس کے جوان بیٹے کا انتقال ہو گیا، فردوسی کو سخت رنج ہوا، چنانچہ اس واقعہ کا ذکر شاہنامہ میں کیا ہے

مگر بہرہ گیرم از بند خویش — براندیشم از مرگ فرزند خویش
زبد ہا تو بودی مرا دستگیر — چرا راہ جستی ز ہمراہ پیر،
مگر مہربان جوان یافتی — کہ از پیش من تیز بشتافتی
جوان را چو شد سال بر سی و ہفت — نہ بر آرزو یافت گیتی و رفت،
ہمی بود ہموارہ با من درشت — بر آشفت و یکبار بنمود پشت،
مرا شصت و پنج و دو راسی و ہفت — بپرسید ازین بیر و تنہا برفت،

علمی تاریخ کا یہ نہایت ناگوار واقعہ ہے کہ فردوسی کو اس کی اعجاز بیانی کی داد نہیں ملی یعنی جب شاہنامہ تیار ہوا تو اُس کو اشرفیوں کے بجائے روپے دلوائے گئے،

یہ واقعہ عموماً مسلم ہے، لیکن اسباب مختلف بیان کئے گئے ہیں اور سب باہم متناقض ہیں،

[1] دولت شاہ

دولت شاہ نے لکھا ہے کہ چونکہ فردوسی نے ایاز کی طرف کبھی رُخ نہیں کیا اس لئے اُس نے درازی کی اور محمود کو یقین دلایا کہ فردوسی رافضی ہے، نظامی عروضی کا بیان ہے کہ دربار کا بڑا گروہ وزیر اعظم حسن میمندی کا مخالف تھا، اور چونکہ فردوسی کا مربی اور سرپرست وہی تھا اس لئے اس کی ضد پر اس گروہ نے محمود کے کان بھرے اور فردوسی کو معتزلی اور رافضی ثابت کیا، دیباچہ میں ہے کہ فردوسی کو خود حسن میمندی نے تباہ کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ غزنین اور اطراف و جوانب کے امرا فردوسی کو طرح طرح کے تحفے بھیجتے تھے، فردوسی بھی اشعار کے ذریعہ سے اُن کا شکریہ ادا کرتا تھا، حسن کو یہ ناگوار معلوم ہوتا تھا لیکن فردوسی کچھ پروا نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا،

من بندہ کز مبادی فطرت نبودہ ام — مائل بہ مال ہرگز و طامع بجاہ نیز
سوئے در وزیر چرا ملتفت شوم، — چون فارغم ز بارگہ پادشاہ نیز

حسن میمندی مذہباً خارجی تھا، اور فردوسی شیعہ، اس لئے بھی اس نے فردوسی کی مخالفت کی، ان متناقض روایتوں میں سے کس پر اعتبار کیا جائے[1]۔

دیباچہ نویسوں نے ایک اور نکتہ بیان کیا ہے، اور اُسپر ان کو ناز ہے، وہ یہ کہ فردوسی نے شاہنامہ میں جا بجا شرافت نسب کو بڑی آب و تاب سے لکھا ہے، اور یہ سلطان محمود کو اسوجہ سے ناگوار ہوتا تھا کہ وہ غلام زادہ تھا اس لئے شرافت کی خوبی پر زور دینا گویا اُس پر چوٹ تھی،

تذکرہ نویسوں کا یہ فیصلہ ہے کہ محمود نے فردوسی کے شیعہ پن کی وجہ سے اس کی قدر دانی میں کمی کی، لیکن اولاً تو محمود کے دربار میں بہت سے شیعی علما و فضلا تھے جو نہایت قدر و عزت سے بسر کرتے تھے، ابوریحان بیرونی جو علانیہ شیعہ تھا محمود نے خود فرمان بھیجکر اُس کو بلایا تھا اور نہایت قدر دانی کرتا تھا، دربار میں ہندو عیسائی، یہودی ہر مذہب و ملت کے اہل کمال تھے، فردوسی نے کیا قصور کیا تھا۔

دیباچہ میں ایک اور وجہ بیان کی ہے اور وہ قرین قیاس ہے،

---

[1] سلطان محمود کی حکومت میں تین شخصوں کو وزارت کا رتبہ ملا (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲ پر ملاحظہ ہو)

سلطان محمود کو دیلمی خاندان سے سخت عداوت تھی، جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ متعصب شیعہ تھے (دیباچہ میں رافضی کا لفظ تھا جس کو ہم نے بدل دیا) اس خاندان کا تاجدار فخر الدولہ تھا، وہ فردوسی کا نہایت قدردان تھا، جب فردوسی نے رستم و اسفندیار کی داستان نظم کی تو اس نے صلہ کے طور پر ہزار اشرفیاں بھیجیں اور لکھا کہ اگر آپ یہاں تشریف لائیں تو نہایت اعزاز و احترام کیا جائیگا، یہ خبر تمام غزنین میں پھیل گئی، محمود نے سنا تو اس کو ناگوار گزرا،

اس اجمال کی توضیح یہ ہے کہ سلاطین دیلم عموماً سخت متعصب شیعہ تھے ۳۵۱ھ میں معز الدولہ دیلمی کے حکم سے بغداد کی تمام مسجدوں کی دیواروں پر یہ عبارت لکھی گئی "امیر معاویہ اور غاصب فدک پر لعنت ہے" رات کو لوگوں نے یہ عبارت مٹا دی معز الدولہ نے دوبارہ لکھنے کا حکم دیا، لیکن وزیر مہلبی نے رائے دی کہ صرف اسقدر لکھوایا جائے، "ظالمین آل محمد پر لعنت ہے"، البتہ معاویہ کا نام بہ تصریح لکھا جائے، چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی[1] یہ تعصب روز بروز بڑھتا گیا، سیوطی ۳۶۴ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں

وفی ھذہ السنۃ وبعدھا اغلا الرفض	اس سنہ میں اور اس کے بعد، مصر، شام، اور مشرق
وزاد بمصر والشام والمشرق والمغرب	و مغرب میں رفض اُبل پڑا۔

فرقہ باطنیہ جو مسلمانوں کو چھپ چھپ کر قتل کرتا رہتا تھا، اُن کی بڑی جمعیت دیلمیوں ہی کے زیر حمایت تھی، چنانچہ جب ۴۳۰ھ میں سلطان محمود نے مجد الدولہ دیلمی کو گرفتار کیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸) سب سے پہلے فضل ابن احمد اس منصب پر ممتاز ہوا وہ ابتدا میں سامانی خاندان کا نائب میر منشی تھا پھر سبکتگین کے دربار میں وزارت کے رتبہ پر پہونچا سبکتگین کے بعد، سلطان محمود نے اسکا عہدہ بحال رکھا علم و فن سے عاری تھا، لیکن مہمات سلطنت کے انتظام میں خداداد ملکہ رکھتا تھا، دس برس وزارت کرنیکے بعد سلطان محمود نے رقابت کی بنا پر معزول کر دیا، اس کے بعد حسن میمندی وزیر مقرر ہوا، اٹھارہ سال کے بعد وہ بھی معزول ہوا اور حسن بن محمد کو وزارت[2] کی سند ملی، فردوسی نے فضل بن احمد کی مدح شاہنامہ میں لکھی ہے اس سے قیاس ہوتا ہے کہ محمود کے دربار میں آنے سے فردوسی کی تقریب کی ہوگی اور بالآخر جس نے محمود کو فردوسی کی ناکامی پر متوجہ کیا، وہ حسن بن محمد ہوگا

[1] حبیب السیر میں ان وزراء کے حالات کسی قدر تفصیل سے مذکور ہیں، [2] ابن الاثیر واقعات ۳۵۱ھ

تو باطنیوں کا ایک گروہ عظیم اسکے ساتھ تھا ان اسباب سے محمود کو دیلمیوں کے ساتھ نہ صرف مذہبی بلکہ پولیٹیکل دشمنی تھی، اس لیے وہ فردوسی کے ساتھ فخر الدولہ دیلمی کی خط و کتابت کو مصالح ملکی کے لحاظ سے بھی گوارا نہیں کر سکتا تھا[1]

بہر حال وجہ کچھ ہوا، واقعہ یہ ہے کہ محمود نے فردوسی کی قدر دانی کا حق ادا نہ کیا فردوسی حمام میں نہا رہا تھا کہ شاہنامہ کا صلہ پہنچا، فردوسی حمام سے نکلا تو ایاز نے روپے کی تھیلیاں پیش کیں، فردوسی نے بڑی بیتابی سے دست شوق بڑھایا لیکن سونے کے پھل کے بجائے چاندی کے پھول تھے، فردوسی کے دل سے بیساختہ آہ نکلی، تھیلیاں کھڑے کھڑے لٹا دیں اور ایاز سے کہا کہ بادشاہ سے کہنا کہ "میں نے یہ خون جگر ان سفید دانوں کے لئے نہیں کھایا تھا" ایاز نے محمود سے ساری کیفیت بیان کی محمود نے حسن میمندی کو بلا کر ناراضی ظاہر کی اور کہا کہ تیری دم اندازی نے مجھکو بدنام کر دیا، میمندی نے کہا کہ حضور خاک کی ایک چٹکی بھیجدینے تب ہی فردوسی کو آنکھوں سے لگانا تھا، انعام شاہی کا رد کرنا بڑی گستاخی ہے"، اس چبھتے ہوئے فقرہ نے محمود کے دل میں بھی اثر کیا، اور برہم ہو کر کہا کہ کل میں اس قرمطی کو اس گستاخی کا مزہ چکھاؤنگا فردوسی کو خبر ہوئی تو سخت پریشان ہوا، صبح کو محمود باغ میں آیا۔ تو، فردوسی نے دوڑ کر پاؤں پر سر رکھدیا اور بدیہہ یہ اشعار پڑھے،

چو در ملک سلطان کہ چرخش ستود — بسے ہست ترسا و گبر و یہود،
گرفتند در ظل عدلش قرار — شدہ ایمن از گردش روزگار،
چہ باشد کہ سلطان گردون شکوہ — رہے را شمارد یکے زان گروہ،
غلام ۱۲

سلطان محمود کو رحم آیا، اور اسکی تقصیر معاف کی،

سلطان محمود کی ہجو

غزنین سے چلتے وقت فردوسی نے ایاز کو ایک لفافہ سر بمہر دیا اور کہا کہ میرے جانیکے ۲۰ دن بعد بادشاہ کو دینا، فردوسی ہرات کو روانہ ہوا، محمود نے لفافہ کی مہر کھولی تو ہجو کے اشعار تھے

یکے بندگی کردم اے شہریار، — کہ ماند ز تو در جہان یادگار،

---

[1] ابن الاثیر واقعات سنہ ۴۰۰ھ

پے افگندم از نظم کاخ بلند — کہ از باد و باران نیابد گزند
بسے رنج بردم درین سال سی — عجم زندہ کردم بدین پارسی
چو بر باد دادند گنج مرا — نہ بُد حاصلے سی و پنج مرا
اگر شاہ را شاہ بودے پدر — بسر بر نہادے مرا تاج زر
وگر مادرِ شاہ بانو بُدے، — مرا سیم و زر تا بزانو بُدے،
پرستارِ زادہ نیاید بکار — وگر چند دارد پدر شہریار
سزا سزایان برافراشتن — وزیشان امید بہی داشتن
سرشتہ خویش گم کردن است — بہ جیب اندرون مار پروردن است
درختے کہ تلخ است ویرا سرشت — گرش بر نشانی بہ باغ بہشت
ور از جوی خلدش بہنگام آب — بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
سرانجام گوہر بہ کار آورد، — ہمان میوۂ تلخ بار آورد،
ز بد اصل چشم بہی داشتن — بود خاک در دیدہ انباشتن
ازان گفتم این بیتہائے بلند — کہ تا شاہ گیرد ازین کار پند
کہ شاعر چو رنجد بگوید ہجا — بماند ہجا تا قیامت بجا

کلام کی جہانگیری دیکھو محمود نے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں مٹا دیں ملک کے ملک غارت کر دیئے، عالم کو زیر و زبر کر دیا، لیکن فردوسی کی زبان سے جو بول نکل گئے آج تک قائم ہیں اور قیامت تک نہیں مٹ سکتے،

فردوسی غزنین سے نکلا تو اس بے سر و سامانی سے نکلا کہ ایک چادر اور عصا کے سوا کچھ پاس نہ تھا، احباب اور قدر دانوں کی کمی نہ تھی لیکن معتوب شاہی کو کون پناہ دے سکتا تھا تاہم ایاز نے یہ جرأت کی کہ جب فردوسی شہر سے باہر نکل گیا تو مخفی طور پر کچھ نقدی اور سامان سفر بھجوا دیا۔ فردوسی ہرات میں آیا۔ اور اسمٰعیل وراق کے ہاں مہمان ہوا۔ چونکہ سلطان محمود نے ہر طرف فرمان بھیج دیئے تھے، کہ فردوسی جہاں ہاتھ آئے گرفتار کر کے بھیج دیا جائے، چھ مہینہ تک روپوش رہا شاہی جاسوس ہرات میں آئے لیکن فردوسی

کا پتہ نہ لگا سکے، اب اس نے ہرات سے طوس[1] کا رخ کیا، طوس سے قہستان گیا، ناصر لک یہاں کا حاکم تہا، اسکو خبر ہوئی تو ندیمان خاص کو استقبال کے لئے بھیجا اور نہایت اخلاص کے ساتھ پیش آیا۔ فردوسی نے ایک مثنوی لکھنی شروع کی تہی جس میں حاسدوں کی دراندازی اپنی مظلومی اور سلطان محمود کی بدعہدی و ناقدردانی کا ذکر تھا،

به غزنین مرا گرچه خون شد جگر — ز بیداد آن شاهِ بیدادگر
کزان پیچ شد رنج سی ساله ام، — شنید از زمین آسمان ناله ام،
همی خواستم تا فغانها کنم، — به گیتی ازو داستانها کنم
بگویم ز مادرش و هم از پدرش — نه ترسم بغیر از خداوند عرش
چو دشمن نمی داند از دوست باز — به تیغ زبانش کنم پوست باز
ولیکن ز فرمودهٔ محتشم — ندانم کزین پیش چون سر کشم،
فرستادم ار گفته ها داشتم — به نزدیک خود هیچ نگذاشتم
اگر باشد این گفتها ناصواب — بسوزان در آتش بشو آن در آب
گزشتم ایا سرور نیک رای — ازین داوری تا بدیگر سرای
رسد لطف یزدان بفریاد من — ستاند بمحشر ازو داد من

فردوسی نے مثنوی کے اشعار ناصر لک کو سنائے تو اس نے سمجہایا کہ بدگوئی اہل کمال کی شان نہیں، میں لاکھ روپے ان اشعار کے معاوضہ میں دیتا ہوں اشعار کہیں ظاہر نہونے پائیں، فردوسی نے منظور کیا، ناصر لک نے سلطان محمود کی خدمت میں عریضہ لکہا کہ فردوسی کے حق میں بڑا ظلم ہوا[2]۔

فردوسی جب غزنین سے روانہ ہوا تھا تو جامع مسجد کی دیوار پر یہ اشعار لکھ آیا تھا

---

[1] چہار مقالہ ۱۲ ار

[2] یہ دیباچہ کی روایت ہے چہار مقالہ میں قہستان کے بجائے طبرستان اور ناصر لک کے بجائے سپہبد شیرزاد کا نام ہے۔ دولت شاہ نے طبرستان کے بجائے رستمدار لکہا ہے۔ طبرستان اور رستمدار دراصل ایک ہی ہیں۔ لیکن سپہبد اور ناصر لک دو شخص ہیں۔ دولت شاہ نے ان میں سے ایک کو چھوڑ دیا ہے،

خجستہ درگہ محمود غزنوی دریاست چگونہ دریا کان را کرانہ پیدا نیست
چہ غوطہا زدم و اندرو ندیدم دُر گناہ بخت من ست این گناہ دریا نیست

اتفاق یہ کہ جسدن ناصر لک کا عریضہ پہنچا۔ سلطان نماز جمعہ پڑھنے کے لئے جامع مسجد میں آیا تھا۔ اتفاق سے ان اشعار پر نظر پڑی نہایت متاسف ہوا۔ مسجد سے آکر ناصر لک کا عریضہ دیکھا اور بھی مکدر ہوا جن لوگوں نے فردوسی کے حق میں کانٹے بوئے تھے اُن کو بلاکر سخت توبیخ کی، کہ تم نے دنیا میں مجھ کو بدنام کر دیا۔

ناصر لک نے گو فردوسی کی بہت کچھ خاطر مدارات کی تاہم سلطان محمود کے ڈر سے اپنے پاس نہ ٹھہرا سکا۔ فردوسی یہاں سے بھی نکلا۔ اور مازندران میں آیا یہاں وہ شاہنامہ کی نظر ثانی میں مشغول ہوا۔

مازندران کی حکومت قابوس میں وشمگیر کے خاندان میں چلی آتی تھی اس زمانہ میں سپہبد فرمان روان تھا، اسکو فردوسی کے آنے کی خبر ہوئی تو نہایت مسرت ظاہر کی اور فردوسی کو دربار میں بلایا۔ فردوسی نے مدحیہ اشعار اضافہ کرکے شاہ نامہ پیش کیا سپہبد نے چاہا کہ فردوسی کو دربار سے نہ جانے دے، لیکن پھر سلطان محمود کا خیال آیا ایک گران بہا صلہ بھیجکر کہلا بھیجا کہ محمود آپ سے ناراض ہے اس لئے میں آپکو ٹھہرا نہیں سکتا آپ اور کہیں تشریف لیجایئے

دیباچہ نویسوں نے لکھا ہے کہ "فردوسی یہاں سے بغداد گیا، خلیفہ عباسی نے اسکی، بڑی قدر کی، فردوسی نے عربی میں قصیدے لکھکر پیش کئے اور اہلِ بغداد کی فرمائش سے یوسف زلیخا لکھی، سلطان محمود کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو خلیفہ عباسی کو تہدید کا خط لکھا کہ فردوسی کو فوراً یہاں بھیجدیجئے۔ ورنہ بغداد..... ہاتھیوں کے پانوں کے نیچے ہوگا۔ وہاں سے تین حرف الف لام میم لکھ کر آئے کہ سورۂ الم تر کیف کی طرف اشارہ تھا لیکن یہ تمام بے سروپا مزخرفات ہیں۔

ایک دفعہ سلطان محمود ہندوستان کی مہم سے واپس آرہا تھا۔ راستہ میں دشمن کا قلعہ تھا وہیں ٹھہر گیا اور قاصد بھیجا کہ حاضر خدمت ہوکر اطاعت بجالائے دوسرے دن قاصد جواب لایا

لیکن ابھی کچھ کہنے نہیں پایا تھا کہ محمود نے وزیر اعظم سے کہا کہ دیکھو کیا جواب لایا ہے
وزیر نے برجستہ کہا،

اگر جز بکام من آمد جواب من و گرز و میدان و افراسیاب

محمود پھڑک اٹھا اور پوچھا کس کا شعر ہے؟ وزیر نے کہا اُس بدقسمت کا جس نے ۱۵ برس خون جگر کھایا اور کچھ نہ حاصل ہوا محمود نے کہا مجھ کو سخت ندامت ہے غزنین پہنچکر بادولانا غرض پائے تخت میں پہنچکر ساٹھ ہزار اشرفیاں فردوسی کے پاس روانہ کیں، لیکن تقدیر پر کس کا زور ہے، ادھر شہر کے ایک دروازے جس کا نام رودبار تھا صلہ پہونچا اُدھر دوسرے دروازے سے فردوسی کا جنازہ نکل رہا تھا،

بعد مرنے کے مری قبر پہ آیا وہ میر یاد آئی مرے عیسیٰ کو دوا میرے بعد

طوس میں ایک واعظ صاحب تھے اُنہوں نے فتویٰ دیا کہ چونکہ فردوسی رافضی تھا اس کا جنازہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتا۔ ہرچند لوگوں نے منت سماجت کی لیکن بدنفس واعظ نے ایک نہ مانی۔ مجبوراً شہر کے باہر ایک باغ میں کہ خود فردوسی کی ملک تھا دفن کیا۔ سلطان محمود کو پرچہ گزرا تو حکم دیا کہ واعظ شہر سے نکال دیا جائے[1]

فردوسی نے اولاد مذکور نہیں چھوڑی تھی۔ صرف ایک لڑکی تھی شاہی صلہ اسکی خدمت میں پیش کیا گیا، لیکن اسکی بلند ہمتی نے گوارا نہ کیا کہ باپ جس چیز کی حسرت میں مر گیا اولاد اُس سے تمتع اُٹھائے، سلطان محمود کو اسکی اطلاع دی گئی۔ حکم دیا کہ اشرفیاں امام ابوبکر اسحاق کے حوالہ کی جائیں کہ اس سے فردوسی کے نام پر ایک کاروان سرائے بنا دی جائے۔ ناصر خسرو نے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ سنہ ۴۳۰ھ میں جب طوس میں پہنچا تو ایک بڑی کاروان سرا دیکھی لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ فردوسی کے صلہ سے تعمیر ہوئی ہے فرہنگ رشیدی اور چہار مقالہ میں لکھا ہے کہ اس کا نام چاچہ ہے، اور مرو اور نیشاپور کے راستہ میں ہے،

عام تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ فردوسی نے سنہ ۴۱۱ھ میں وفات پائی لیکن، فردوسی نے شاہنامہ کے خاتمہ میں تصریح کی ہے کہ شاہنامہ سنہ ۴۰۰ھ میں انجام کو پہنچا

ز ہجرت شدہ پنج ہشتاد بار کہ گفتم من این نامہ شہریار،

[1] یہ واقعہ مختلف طریقوں سے مروی ہے جو روایت نظامی سمرقندی سے مروی ہے اور اسلئے زیادہ معتبر ہے کہ اس نے سنہ ۵۱۰ھ میں امیر معزی (ملک الشعراء سلطان سنجر) سے سنی تھی اور امیر معزی سے امیر عبدالرزاق نے بیان کی تھی۔ دیکھو چہار مقالہ واقعات فردوسی۔

اس کے ساتھ یہ بھی تصریح کی ہے کہ اس وقت اسکی عمر اسّی برس کی تھی،

کنون عمر نزدیک ہشتاد شد　　امیدم بہ یکبارہ برباد شد،

شاہنامہ کے ختم ہونے کے بعد، وہ دو چار برس سے زیادہ زندہ نہیں رہا۔ اس لئے اس کی وفات ۴۱۱ھ سے چند برس پہلے ہوئی ہوگی،

فردوسی کا مزار مدت تک آباد اور بوسہ گاہ عالم رہا۔ نظامی سمرقندی نے ۵۱۰ھ میں اسکی زیارت کی تھی، دولت شاہ نے لکھا ہے کہ آج اسکا مزار مرجع عام ہے قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین میں لکھتے ہیں کہ "عبداللہ خان ازبک کی توجہ سے فردوسی کا مقبرہ معمور اور پُر رونق ہے، عام لوگ عموماً اور شیعہ خصوصاً زیارت کو جاتے ہیں، میں نے بھی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے"

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

شاہنامہ

سنہ تصنیف و سبب تصنیف

کیا عجیب بات ہے، جو واقعہ جس قدر زیادہ مشہور ہوتا ہے اُسیقدر اکثر غلط اور بے سر و پا ہوتا ہے، عام طور پر مشہور ہے کہ فردوسی نے سلطان محمود کے دربار میں پہنچکر اسکے حکم سے شاہنامہ لکھنا شروع کیا۔ اکثر تذکروں میں یہی لکھا ہے، لیکن یہ غلط اور محض غلط ہے،

فردوسی نے خاتمہ میں خود تصریح کی ہے کہ یہ کتاب ۳۸۴ھ میں تمام ہوئی۔

زہجرت شدہ پنج ہشتاد بار[1]　　کہ گفتم من این نامۂ شہریار

اسکے ساتھ یہ بھی تصریح کی ہے کہ پینتیس برس کتاب کی تصنیف میں صرف ہوئے

سی و پنج سال از سرائے سپنج　　بسے رنج بردم بامید گنج،

اس بنا پر تصنیف کا آغاز ۳۶۵ھ سمجھنا چاہیئے، اور چونکہ سلطان محمود ۳۸۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس لئے اس کی تخت نشینی سے مدتوں پہلے شاہنامہ کی ابتدا ہو چکی تھی عام خیال یہ ہے کہ شاہنامہ سلطان محمود کی فرمائش سے لکھا گیا۔ لیکن یہ بھی محض

[1] پانچ کو اسّی میں ضرب دیں تو چار سو ہوتے ہیں ۱۲

غلط ہے۔ فردوسی نے خود سبب تصنیف لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسکو صرف اپنے اسلاف کا نام زندہ کرنا مقصود تھا،

ہمی خواہم از داد گر یک خدائے — کہ چندان بمانم بہ گیتی بہ جائے
کہ این نامۂ شہریاران پیش — بہ پیوندم از خوب گفتار خویش
بسے رنج بردم درین سال سی — عجم زندہ کردم بدین پارسی
ہمہ مردہ از روزگار دراز، — شد از گفت من نام شان زندہ باز
چو عیسیٰ من این مردگان را تمام — سراسر ہمہ زندہ کردم بنام
پے افگندم از نظم کاخ بلند — کہ از باد و باران نیابد گزند

تیسرے دفتر میں جہان دقیقی کے اشعار نقل کئے ہیں خاتمہ پر لکھتا ہے،

من این نامہ فرخ گرفتم بفال — ہمی رنج بردم بہ بسیار سال
ندیدم سرافراز بخشندہ ،، — بہ گاہ کیان بر نشیننده
سخن را نگہداشتم سال بیست ،، — بدان تا مرا و را این گنج کیست
جہاندار محمود با فر و جود — کہ او را کند ماہ کیوان سجود

ان اشعار میں صاف تصریح ہے کہ سلطان محمود کے دربار میں پہونچنے سے بیس سال پہلے شاہنامہ شروع ہو چکا تھا،

دیباچہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب کا آغاز اس نے خود اپنے شوق سے کیا، قرائن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، فردوسی فطرۃً شاعر تھا۔ اس کے ساتھ نسل کا مجوسی یعنی شاہان ایران کا ہم قوم تھا، دقیقی نے شاہنامہ کی جو بنیاد ڈالی تھی اور جسقدر شعر لکھ دیئے تھے اسکے چرچے ہر جگہ پھیل گئے تھے اور اس سے اندازہ ہو سکتا تھا کہ اس کتاب میں قبولیت کا کس قدر مادہ ہے یہ اسباب اس بات کے لئے کافی تھے کہ فردوسی نے خود اپنے شوق سے شاہنامہ لکھنے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ ایک عظیم الشان کام تھا اور اعانت کے بغیر انجام نہیں پا سکتا تھا سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت تھی کہ تاریخ کا مستند سرمایہ ہاتھ آئے حسن اتفاق یہ کہ فردوسی کے وطن ہی میں ایک شخص کے پاس یہ سرمایہ موجود تھا اور وہ

فردوسی کا مخلص دوست تھا اسکو یہ حال معلوم ہوا تو اُس نے یہ کتاب لاکر فردوسی کو دی۔ چنانچہ فردوسی دیباچہ میں لکھتا ہے،

بہ شہرم یکے مہربان دوست بود — تو گفتی کہ با من بیک پوست بود
مرا گفت خوب آمد این رائے تو — بنیکی خرامد مگر پائے تو،
نوشتہ من این نامۂ پہلوی — بہ پیش تو آرم مگر نغنوی
شو این نامۂ خسروان باز گوے — بدین جوے زد میہمان آبروے
چو آورد این نامہ نزدیک من — برافروخت این جان تاریک من

فردوسی اگرچہ جیسا کہ نظامی سمرقندی نے لکھا ہے "رئیس زادہ اور خوشحال تھا، تاہم، جب اس نے شاہنامہ لکھنا شروع کیا تو علم دوست امرا نے قدردانی کا اظہار کرنا چاہا لیکن منصور بن محمد نے جو طوس کا حاکم تھا، ایسی فیاضی کا اظہار کیا کہ فردوسی تمام لوگوں سے، بے نیاز ہو گیا۔

بدین نامہ چون دست کردم دراز — یکے مہترے بود گردن فراز
جوان بود از گوہر پہلوان، — خردمند و بیدار روشن روان
مرا گفت کز من چہ آید ہمے — کہ جانب سخن برگراید ہمے،
بچیزے کہ باشد مرا دست رس — بکوشم نیازت نہ آرم بکس

افسوس کہ منصور چند روز کے بعد مر گیا۔ فردوسی نے اس کا بہت پر درد مرثیہ لکھا حسین قتیب۔ علی ویلم۔ بودلف۔ اور فضل ابن احمد کا نام بھی فردوسی کے قدردانوں کی فہرست میں داخل ہے، نظامی سمرقندی نے لکھا ہے کہ "حسین قتیب طوس کا عامل تھا" (غالباً منصور کے مرنے کے بعد مقرر ہوا ہوگا۔) اس نے فردوسی کے دیہات کی مالگذاری معاف کردی تھی[1]

فضل ابن احمد سلطان محمود کا وزیر تھا، جس کے مرنیکے بعد حسن میمندی اس منصب پر ممتاز ہوا، فضل کا تذکرہ بھی فردوسی نے شاہنامہ میں کیا ہے،

[1] چہار مقالہ نظامی سمرقندی ۱۲

نظامی عروضی کا بیان ہے کہ علی دیلمی شاہنامہ کا مسودہ صاف کیا کرتا تھا۔ اور بودلف راوی تھا یعنی شاہنامہ حفظ یاد رکھتا تھا۔ اور جلسوں اور صحبتوں میں لوگوں کو سناتا تھا۔ لیکن شاہنامہ میں فردوسی نے ان دونوں کا نام اس انداز سے لیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فردوسی کے سرپرست اور مربی تھے۔ کاتب اور راوی نہ تھے،

ازان نامور نامداران شہر — علی دیلم و بودلف راست بہر،

بودلف کی نسبت قاضی نور اللہ شوستری کا قیاس ہے کہ یہ وہ بودلف ہے جو ایک محتشم رئیس تھا جس کے نام پر اسدی طوسی نے گشتاسپ نامہ لکھا ہے اور دیباچہ میں اس کی مدح و ثنا کی ہے:

ملک بودلف شہریار زمیں ،، — جہاندار ارانی پاک دین
بزرگی کہ با آسمان ہمسر است — ز نسل براہیم پیغمبر است

خوش اعتقاد دیباچہ نویسوں نے لکھا ہے، کہ فردوسی نے جب شاہنامہ لکھنے کا ارادہ کیا تو شیخ محمد معشوق کی خدمت جو ایک مشہور صاحبدل تھے حاضر ہوا اور اُن سے اپنا خیال ظاہر کیا۔ اُنہوں نے کہا تم اس کام کو شروع کرو۔ خدا تم کو کامیاب کرے گا، فردوسی تو کامیاب نہیں ہوا۔ لیکن شاہ نامہ کی کامیابی میں کس کو شک ہو سکتا ہے۔

شاہ نامہ کا ماخذ

سر جان مالکم[1] صاحب اپنی تاریخ صفحہ ۶۵ میں لکھتے ہیں

قرن اول کے تمام مورخین لکھتے ہیں کہ چونکہ ایرانیوں نے عرب کے حملے کے روکنے میں نہایت پامردی دکھائی تھی اس لئے پیروانِ اسلام اسقدر برافروختہ تھے کہ اُنہوں نے ایران کی تمام قومی یادگاروں کو برباد کر دیا۔ شہروں کو آگ لگا دی، آتشکدے برباد کر دیئے موبدوں کو قتل کرا دیا۔ ہر قسم کی کتابیں عموماً برباد کر دیں۔ کتب خانوں کے مالکوں کو قتل کرا دیا یہ متعصب عرب قرآن کے سوا اور کچھ نہیں جانتے تھے۔ اور نہ جاننا چاہتے تھے موبدوں کو

[1] سر جان مالکم صاحب، ایک مدت تک ایران میں انگریزی سرکار کی طرف سے سفیر تھے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲ پر دیکھئے)

مجوس کہتے تھے اور ان کو جادوگر سمجھتے تھے۔ یونان اور روم کی کتابوں سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اس طوفان میں ایران کی کسقدر کتابیں بچی ہونگی۔ قریباً چار سو برس گزر گئے اور کسی نے ایرانیوں کی تاریخ لکھنے پر توجہ نہیں کی۔ سب سے پہلی کوشش اس کے متعلق جو کی گئی وہ سامانیوں نے کی۔ مورخین کو اسمیں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ منصور ثانی نے ابتدا کی بعض کہتے ہیں کہ دقیقی نے شاہنامہ لکھنا اسمٰعیل کے زمانہ میں شروع کیا جو سلسلہ سامانیہ کا پہلا تاجدار تھا۔ غرض چونکہ سلاطین سامانی اپنے آپکو بہرام چوبین کے خاندان سے سمجھتے تھے۔ اس لیئے انہوں نے اپنے اسلاف کا نام زندہ کرنا چاہا۔

مالکم صاحب ایک مدت تک ایران میں رہے ہیں۔ فارسی زبان میں اُن کو پوری مہارت تھی۔ اسلامی تاریخ کی طرف خاص توجہ تھی۔ ان سب باتوں کے ساتھ انکی تحقیقات کا یہ عالم ہے کہ اتنی لمبی چوڑی عبارت میں ایک حرف بھی صحیح زبان سے نہ نکلا۔

مالکم صاحب کے تعصب کے جواب دینے کا یہ موقع نہیں۔ البتہ تاریخی حیثیت سے یہ قابل بحث ہے۔ فردوسی نے جب شاہنامہ لکھنا چاہا تو ایران میں تاریخی ذخیرہ کسقدر موجود تھا۔ عام خیال یہ ہے کہ مسلمانوں میں علوم و فنون کی تدوین ۱۴۳ھ سے شروع ہوئی اور درحقیقت اسلامی علوم و فنون سے متعلق اس سے پہلے کسی تصنیف کا پتہ نہیں چلتا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ غیر قوموں کے علوم و فنون کا ترجمہ اس سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ ہشام بن عبدالملک جو ۱۰۵ھ میں تخت نشین ہوا اور جو سلاطین بنی امیہ کا گل سرسبد تھا سب سے پہلے اس نے غیر قوموں کی تاریخ کی طرف توجہ کی اس کا میر منشی جبلہ بن سالم تھا اسنے فارسی زبان کی بہت سی کتابیں ترجمہ کیں جن میں سے جنگ رستم و اسفندیار اور داستان بہرام چوبین بھی تھی[1]۔ شاہان عجم کے علمی ذخیرے جو فتوحات میں ہاتھ آئے تھے اُن میں ایک کتاب تاریخ تھی۔ یہ ایران کی نہایت مفصل اور مبسوط تاریخ تھی جسمیں سلطنتوں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) انہوں نے ایران کی تاریخ قدیم و جدید پر ایک کتاب انگریزی میں لکھی مرزا حیرت ایرانی نے اس کا ترجمہ کیا جو بمبئی میں ۱۸۷۱ء میں چھپا گیا۔

[1] کتاب الفہرست صفحہ ۱۱۷

حالات کے ساتھ حکومت کے قواعد اور آئین عہد بعہد کے علوم و فنون تعمیرات وغیرہ کا مفصل حالات تھے ایک خاص جدت یہ تھی کہ تمام سلاطین کی تصویریں بھی تھیں اور تصویروں میں اُن کی خاص وضع قطع، لباس، زیورات اور تمام خصوصیات کو بعینہ دکھایا تھا۔

ہشام نے اس کتاب کا ترجمہ کرایا۔ چنانچہ ۱۳۰ھ میں یہ ترجمہ تیار ہوا۔ مورخ مسعودی نے کتاب الاشراف[1] میں لکھا ہے کہ میں نے ۳۰۳ھ میں بنام اصطخریہ کتاب دولت سلطنت فارس کے متعلق جسقدر کتابیں فارسی میں موجود ہیں۔ یہ سب سے زیادہ مفصل ہے"

دولت عباسیہ نے آغاز ہی سے ایران کے علوم و فنون کے ترجمہ کی طرف توجہ کی، اُن میں سے تاریخی کتابیں حسب ذیل ہیں۔

خدائی نامہ[2]۔ یہ نہایت مفصل تاریخ تھی اور اسقدر مقبول عام تھی۔ کہ بہرام بن مروان شاہ نے جو دولت عباسیہ کا مترجم تھا۔ جب اس کتاب کو بہم پہنچانا چاہا تو بیس مختلف نسخے اس کو ہاتھ آئے عبداللہ بن المقفع نے اس کتاب کا ترجمہ عربی زبان میں کیا اور اُسکا نام تاریخ ملوک الفرس رکھا

آئین نامہ۔ یہ بھی نہایت مفصل کتاب ہے، علامہ مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف (صفحہ ۱۰۴) میں لکھا ہے۔ کہ یہ بہت ضخیم کتاب اور کئی ہزار صفحوں میں ہے عبداللہ بن المقفع نے اسکا ترجمہ کیا۔

سیر ملوک الفرس	مترجمہ عبداللہ بن المقفع
سیر ملوک الفرس	مترجمہ محمد جہم البرمکی
سیر ملوک الفرس	مترجمہ زادویہ بن شاہویہ الاصفہانی
سیر ملوک الفرس[3]	مترجمہ محمد بن بہرام الاصفہانی

سکیران۔ پہلوی زبان میں تھی۔ مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ اہل عجم اس

---

[1] کتاب مذکور مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۲۰۱۰۶

[2] خدائی نامہ کا ذکر تاریخ حمزہ اصفہانی مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۶۰۸ و ۲۷۲ اور کتاب الفہرست صفحہ ۱۱۸ میں ہے۔

[3] ان چاروں کتابوں کا ذکر تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۹ میں ہے۔

کتاب کی نہایت عزت کرتے تھے۔ عبداللہ بن المقفع نے اس کا ترجمہ کیا۔

تاریخ دولت ساسانی — مترجمہ ہشام بن القاسم الاصفہانی۔

اصل[1] از داذبہ بہرام بن مروان شاہ موبد نیشاپور

کارنامہ نوشیروان

شہزادہ پرویز

کارنامہ اردشیر بن بابکا — اردشیر نے اپنے حالات اور واقعات خود لکھے تھے[2]

کتاب التاج

بہرام ونرسی نامہ

کارنامہ — نوشیروان کے حالات

مزدک نامہ

ان کتابوں کے علاوہ سلاطین ایران کے عہدنامے، توقیعات اور فرامین چھپا کئے گئے، اور ان کا ترجمہ کیا گیا۔ مثلاً وصیت نامہ نوشیروان بنام ہرمز، عہدنامہ اردشیر۔ بابکان بنام شاپور کسریٰ و مرزبان کا مکالمہ، نوشیروان کا خط سرداران فوج کے نام نوشیروان اور جواسپ کے مراسلات[3]۔

جب تاریخ ایران کا اسقدر ذخیرہ فراہم ہو چکا، تو مورخین اسلام نے ان کی مدد سے خود مستقل تصنیفیں کیں، چنانچہ محمد شاطبری۔ علامہ مسعودی۔ ابوحنیفہ دینوری۔ یعقوبی۔ حمزہ اصفہانی وغیرہ نے ایران کی مبسوط اور مفصل تاریخیں لکھیں جو یورپ کی بدولت آج چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ یہ تمام کتابیں فردوسی کے زمانہ سے پہلے تصنیف ہو چکی تھیں ان واقعات کے بعد، مالکم صاحب کی رائے کو پڑھو کہ "مسلمان چار سو برس تک ایران کی تاریخ سے ناواقف تھے اور سب سے پہلی کوشش سامانیوں کے دور میں ہوئی"

[1] ان دونوں کتابوں کا ذکر تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۱۰ سے

[2] مروج الذہب، مسعودی مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۶۲ جلد اول

[3] ان چیزوں کتابوں کا ذکر فہرست ابن الندیم صفحہ ۵۰ و ۵۱ میں ہے۔

یہ تمام کتابیں عربی زبان میں تھیں، فارسی میں اسوقت تک ترجمہ کے سوا کوئی مستقل تصنیف نہیں لکھی گئی تھی، غالباً سب سے پہلی کتاب جو تاریخ ایران پر لکھی گئی وہ ابو علی محمد بن احمد البلخی کی تصنیف تھی جس کا نام اُس نے شاہنامہ رکھا تھا، اسی بنا پر کشف الظنون میں اسکو شاہنامہ قدیم لکھا ہے۔

ابوریحان بیرونی نے آثار الباقیہ میں لکھا ہے کہ مصنف نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کا سرمایہ کتب مندرجہ ذیل سے فراہم کیا۔ سیر الملوک عبداللہ بن المقفع۔ سیر الملوک محمد بن جہم البرمکی۔ سیر الملوک ہشام بن القاسم۔ سیر الملوک بہرام شاہ بن مروان شاہ سیر الملوک بہرام اصفہانی۔ تصانیف بہرام مجوسی۔

غرض جب دقیقی نے شاہ نامہ لکھنے کا ارادہ کیا تو تاریخ عجم کا بہت بڑا ذخیرہ عربی و فارسی میں تیار ہو چکا تھا۔ دقیقی نے سامانیوں کی فرمائش سے یہ کام شروع کیا تھا، سامانیوں کا کتب خانہ اُس زمانہ میں تمام عالم میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ شیخ بوعلی سینا جب اول اول اس کتب خانہ میں داخل ہوا تو اس پر حیرت چھا گئی۔ چنانچہ اس نے اقرار کیا ہے۔ کہ میں نے اتنا نادر اور عظیم الشان کتب خانہ اِس سے پہلے کبھی دیکھا تھا۔ نہ اس کے بعد دیکھا، دقیقی کے لئے یہ تمام تاریخی ذخیرہ مہیا کیا گیا ہوگا اور چونکہ سلطان محمود غزنوی، سامانیوں ہی کا دست پرورد اور اُن کو مٹا کر اُنکا جانشین بنا تھا۔ اس لئے ہر طرح قرین قیاس ہے کہ وہ سب سامان محمود کو ہاتھ آیا ہوگا۔ اور فردوسی کو اس سے فائدہ اُٹھانے کا موقع یاد ہوگا۔ یہ محض قیاس نہیں بلکہ مورخین کی تصریح سے اس کی تائید ہوتی ہے کشف الظنون میں ہے

تاریخ الفرس لبعض قدماء اھل فارس وقد کان معظما عند العجم لما فیہ

تاریخ ایران بعض قدمائے ایران کی تصنیف ہے عجمی اس کتاب کی اسلئے بہت عزت کرتے تھے کہ اسمیں انکے آباو اجداد اور سلاطین کے حالات تھے اور یہی کتاب شاہنامہ وغیرہ کا ماخذ ہے ابن المقفع نے اسکو پہلوی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا۔

لہ دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ یورپ صفحہ ۹۹۔

غالباً یہ وہی خدائی نامہ ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔

صاحب ربیع الفصحاء لکھتے ہیں۔

"از جملہ نامہائے قدیم جاسپ نہاد۔ کتاب اوسطا کہ در ذکر خسروان ایران بودہ دیگر آئین بہمن است۔ در احوال بہمن۔ دیگر داراب نامہ است۔ دیگر دانش افزائے نوشیروانی کہ جامع آن بزرگ مہر حکیم بودہ، و پاستان نامہ و دانشور نامہ و خرد نامہ و حکیم ابوالقاسم محمد بن منصور فردوسی آثار افعال ملوک عجم۔ را از ان نامہا بدست آوردہ"

ان تمام قرائن اور تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ فردوسی کا ماخذ زیادہ تر ایران کی وہ تاریخیں ہیں۔ جو عربی میں ترجمہ ہو گئی تھیں۔ لیکن فردوسی کا قومی غرور عرب کے احسان کو گوارا نہیں کرتا۔ فردوسی کا دعویٰ ہے۔ کہ قدیم زمانے کی ایک نہایت مبسوط تاریخ ایران کی موجود تھی۔ لیکن مرتب اور مدون نہ تھی۔ موبدون یعنی مذہبی پیشواؤں کے پاس اس کے مختلف اجزا تھے۔ ایک رئیس دہقان نے ہر جگہ سے بڑے بڑے پرانے موبد جمع کئے اور ان پراگندہ اجزا کو زبانی روایتوں کی مدد سے ترتیب دیکر ایک مکمل کتاب تیار کرائی۔

یکے نامہ بد از گہ پاستان، فراوان بدو اندران داستان
پراگندہ در دست ہر موبدے ازو بہرہ بردہ ہر بخردے،
یکے پہلوان بود دہقان نژاد، دلیر بزرگ و خردمند و راد،
ز ہر کشورے موبدے سالخورد بیاورد و این نامہ را گرد کرد
بہ پرسید ثان از نژاد کیان، وزان نامداران فرخ گوان
بگفتند پیشش یکا یک مہان سخنہائے شاہان و گشت جہان
چو بشنید ازین شان سپہبد سخن یکے نامور نامہ افگند بن

فردوسی کا بیان ہے کہ اسی کتاب کو دقیقی نے نظم کرنا شروع کیا تھا۔ لیکن چونکہ ناتمام چھوڑ گیا میں نے اس کی تکمیل کی۔

فردوسی کے بیان کے مطابق شاہنامہ کی اصلی بنیاد اسی کتاب پر قائم کی گئی۔ لیکن جستہ جستہ داستانیں اور ذریعوں سے بھی فراہم ہوئیں۔ رستم و شغاد کا قصہ جہاں شروع کیا ہے

تمہید میں لکھا ہے کہ احمد بن سہل کے دربار میں ایک بڈھا تھا جو سام نریمان کی اولاد سے تھا۔ اس کے پاس سلاطین ایران کی تاریخ تھی۔ اور رستم کی اکثر داستانیں اسکو زبانی یاد تھیں شعاد کا قصہ میں نے اس سے لیکر نظم کیا۔

یکے پیر بد نامش آزاد سرو — کہ با احمد سہل بودے بمرو
کجا نامہ خسروان داشتے — تن و پیکر پہلوان داشتے
بہ سام نریمان کشیدش نژاد — بسے داشتے رزم رستم بیاد
بگویم سخن انچہ زو یافتم — سخن را یکا اندرو گریافتم

فردوسی کا دعویٰ ہے۔ ہم کو انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن یہ امر غور طلب ہے۔ کہ فردوسی نے خود تیسری جلد میں دقیقی کے اشعار کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے،

یکے نام دیرم پر از داستان، — سخنہائے آن پرمنش راستان
فسانہ کہن بود و منثور بود، — طبائع ز پیوند او دور بود،
گزشتہ بروسالیان دو ہزار — گرایدون کہ بر تر نیاید شمار
گرفتم بگویندہ بر آفرین، — کہ پیوند را راہ داد اندرین،

تیسرے شعر میں صاف تصریح ہے کہ کتاب مذکور دو ہزار برس کی تصنیف تھی یہ ظاہر ہے کہ دو ہزار برس پہلے ایران کی جو زبان تھی، وہ فردوسی کے زمانے کی زبان نہ تھی بلکہ ژندی یا اس کے قریب قریب ہوگی جو سنسکرت سے ملتی جلتی ہے اور جو پہلوی زبان سے بھی بہت مختلف ہے اس لئے یہ ثابت ہونا ضرور ہے کہ فردوسی اس زبان سے واقف تھا یا کوئی شخص ترجمہ کرتا جاتا تھا۔ لیکن تذکروں اور خود فردوسی کے بیان میں اسکی کوئی شہادت موجود نہیں،

شاہنامہ کے ماخذ کے متعلق، دیباچہ میں اور چند روایتیں مذکور ہیں، واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے ہم اُن کو بھی نقل کرتے ہیں لیکن جہاں انہیں بدیہی غلطی ہے ہم اسکی تغلیط کر دینگے۔

سامانیوں کو، ایران کی تاریخ کے مرتب کرنے کا ہمیشہ خیال رہا۔ انہیں سے نوشیروان کو سخت شغف تھا چنانچہ تمام اطراف و دیار میں قاصد بھیجکر ہر جگہ سے تاریخی خبرے جمع کئے

سیر زگرد نے اپنے زمانہ میں ان سب کو دانشور دہقان کے حوالہ کیا کہ کیومرث سے لیکر خسرو پرویز کے زمانہ تک مکمل اور مرتب تاریخ تیار کردے دانشور مذکور مداین کے رؤسا میں تھا اور نہایت صاحب حوصلہ اور فاضل شخص تھا۔ اس نے ان تمام ذخیروں کو عمدگی سے ترتیب دیکر ایک مبسوط اور جامع تاریخ تیار کی۔

عربوں کے حملہ میں یہ کتاب حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کی گئی، آپ نے اس کا ترجمہ سنا اور فرمایا کہ یہ مزخرفات کا مجموعہ، دیکھنے کے قابل نہیں۔ غرض یہ کتاب لوٹ میں تقسیم ہوکر حبش پہنچی، بادشاہ حبش نے اس کا ترجمہ کرایا وہاں سے ہندوستان پہنچی، یعقوب لیث نے اپنے زمانہ حکومت میں اسکو ہندوستان سے منگوا کر ابو منصور عبدالرزاق بن عبداللہ فرخ کو حکم دیا کہ اس کا ترجمہ کیا جائے، چنانچہ تاج بن خراسانی۔ ہروی۔ یزدان داد شاپور، سیستانی، ماہوی بن خورشید نیشاپوری، سلیمان طوسی ان سب نے مل کر ۳۴۶ھ میں اس کا ترجمہ کیا، یہی کتاب سامانیوں کو ہاتھ آئی، اور اُنکے حکم سے دقیقی نے اس کو نظم کرنا شروع کیا

اس روایت کا یہ حصہ کہ کتاب حبش گئی وہاں ترجمہ ہوکر پھر ہندوستان پہنچی ہندوستان سے ایران میں آئی، صریح غلط اور بیہودہ ہے، باقی واقعات صحیح ہوں تو عجب نہیں، یعنی ایران کی کوئی قدیم تاریخ جو یزدگرد کے عہد میں تیار ہوئی تھی۔ یعقوب لیث کے زمانہ میں پہلوی سے فارسی میں ترجمہ کی گئی ہو۔

دیباچہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ نوشیروان کے خاندان کا ایک شخص سلطان محمود کے زمانہ میں تھا، اُس کا نام خورفیروز تھا اور فارس میں سکونت رکھتا تھا۔ زمانہ کے انقلاب سے، آوارہ وطن ہوکر، غزنین پہنچا۔ یہاں اگرچہ چاہا کہ سلطان محمود تاریخ عجم کا شیفتہ و دلدادہ ہے، اُس کے وطن میں یہ کتاب موجود تھی، چنانچہ وہاں سے منگوا کر سلطان کی خدمت میں پیش کی، اور مورد انعام ہوا۔

تیسری روایت یہ ہے کہ جب تمام ملک میں سلطان محمود کے شوق کے چرچے پھیلے تو بادشاہ کرمان نے ایک شخص کو جس کا نام آذر برزین تھا۔ اور شاپور ذوالاکتاف کے خاندان سے تھا، اور اِس وجہ سے تاریخ ایران کا بڑا سرمایہ اسکے پاس تھا اُس کو سلطان

محمود کی خدمت میں بھیجا۔

شاہنامہ کی وقعت تاریخ کے لحاظ سے اگرچہ اسمیں شک نہیں کہ شاعرانہ رنگ آمیزیوں نے، شاہنامہ کو عام نظروں میں تاریخی درجہ سے گرادیا ہے تاہم ایران کی کوئی مفصل قدیم تاریخ اس سے زیادہ صحیح نہیں مل سکتی۔

ملکم صاحب بھی تاریخ ایران میں اعتراف کرتے ہیں۔

"یہ کتاب فردوسی اگرچہ افسانہ و خیالات شاعری بسیار دارد لکن تقریباً جمیع اخبار کہ در تاریخ قدیم ایران و توران در ملک آسیا (ایشیا) یافت میشود دران مندرج است"

مالکم صاحب نے نہایت تفصیل کے ساتھ شاہ نامہ کے واقعات کا یونانی مورخین کے بیان سے مقابلہ کیا ہے اور اکثر جگہ دونوں میں تطبیق دی ہے، علامہ ثعلبی نے جو سلطان محمود کا معاصر تھا ایران کی قدیم تاریخ پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے اس نے بھی جابجا شاہنامہ کا حوالہ دیا ہے۔

تاریخی حیثیت سے شاہنامہ کے متعلق مفصل بحث کرنا ہمارا موضوع نہیں، البتہ اس قدر جتانا ضروری ہے کہ شاہنامہ کی بے اعتباری کی بڑی وجہ جو آجکل خیال کی جاتی ہے وہ اس کے دور از کار افسانے ہیں۔ مثلاً دیو سفید۔ مار ضحاک۔ جام کیخسرو وغیرہ وغیرہ لیکن اولاً تو چند واقعات کی بنا پر تمام کتاب کو غلط نہیں کہہ سکتے۔ ہیروڈوٹس گو تمام یورپ تاریخ کا آدم مانا جاتا ہے لیکن اس کی تاریخ میں ہزارون واقعات فرضی اور وہمی ہیں اور خود یورپ کو اس کا اعتراف ہے دوسرے ایرانیون کی قدیم تاریخ میں واقعات اسی طرح مذکور تھے۔ اس لئے فردوسی کا صرف یہی فرض تھا کہ اُن واقعات کو بعینہ نقل کردے۔ علامہ ثعلبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ تمام افسانے گو بالکل بے سروپا اور خلاف عقل ہیں لیکن چونکہ ایران کی تاریخ میں یہ تواتر بیان ہوتے چلے آتے ہیں۔ اس لئے ہمارا صرف اسقدر فرض ہے کہ جون کا تون اُن کو نقل کردیا جائے علامہ موصوف کے یہ الفاظ ہیں (ذکر قصۂ زال و سیمرغ)

وانا ابرء من عهدة هذه الحكاية ولولا شهرتها بكل مكان وفي زمان وعلى كل لسان وجريها مجرى ما يستطاب ويلهى به الملوك عند الارق لما كتبتها وقد كانت العجائب كثيرة في ذلك الزمان الاول كبلوغ عمر الواحد من اهله الف سنة وكطاعة

الجن والشیاطین للملوک وغیرھا مما یطول ذکرہ (جلد اول صفحہ ۱۰ مطبوعہ یورپ)

اسی طرح ہفت خوان رستم کے ذکر میں لکھا ہے کہ یہ سب لغویات ہیں۔

ابوریحان بیرونی آثار الباقیہ[1] میں لکھتا ہے،

ولھم فی التواریخ القسم الاول و	ایرانیوں نے پہلے زمانے کی جو تاریخ لکھی ہے اس میں سلاطین کی عمروں
اعماد الملوک وافاعیلھم المشھورۃ	اور انکے کارناموں کے متعلق ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جنکے سننے سے
عنھم ما یستنفر عن استماعۃ القلوب	دل چھٹتا ہے کان انکو برداشت نہیں کرسکتے۔ عقل اُن کو
تمجہ الاذان ولا تقبلہ العقول	قبول نہیں کرتی۔

بعض یورپین مورخین کے نزدیک شاہنامہ کی بے اعتباری کی وجہ یہ ہے کہ اس کے واقعات یونانیوں کی تاریخ سے اکثر جگہ مخالف ہیں لیکن اس عقدہ کو علامہ ثعلبی نے بہت پہلے حل کر دیا تھا وہ لکھتے ہیں۔ کہ "ہمارے پاس ایران کی تاریخ کے متعلق دو ماخذ ہیں۔ ایرانی اور یونانی ہم جانتے ہیں کہ دونوں میں اختلاف ہے۔ لیکن یہ مسلم مسئلہ ہے کہ گھر کا حال گھر والا خوب جانتا ہے۔ اس لئے ہم نے یونانیوں کے مقابلہ میں ایرانیوں کا زیادہ اعتبار کیا"

محققین یورپ کی رائے یورپ نے نہایت جد وجہد سے اسلام کے قبل کی ایرانی تصنیفات کثرت سے ڈھونڈ کر نکالیں، اور اُن میں سے اکثر کو چھاپ کر شایع کیا، چنانچہ پروفیسر براؤن نے اپنی کتاب کی پہلی جلد میں ایک خاص عنوان قائم کیا ہے "پہلوی لٹریچر" اس کے ذیل میں ان تمام کتابوں کی فہرست اور اُن کے حالات لکھے ہیں۔ اُن میں بعض کتابیں اسلام سے پان پان سے چھ چھ سے برس پہلے کی تصنیف ہیں، ان میں سے جو کتابیں شاہان عجم کی تاریخ ہیں ان کا بیان حرف بہ حرف فردوسی سے مطابق ہے۔ انہیں میں ایک کتاب کارنامک ارتخشتر ہے جو پہلوی زبان میں ہے اور سنہ ۶۱۰ء یعنے زمانہ اسلام سے کسی قدر پہلے کی تصنیف ہے یہ کتاب اصل پہلوی زبان میں مع جرمنی ترجمہ کے شایع کی گئی، اس کی نسبت براؤن صاحب لکھتے ہیں

"جب اس کتاب کا شاہنامہ سے مقابلہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی نے بڑی ایمانداری برتی ہے۔ اور ہماری نظر میں اس کی وقعت یہ دیکھ کر اور بڑھ جاتی ہے کہ

[1] صفحہ ۱۰ مطبوعہ یورپ۔

جن کتابون سے اُس نے شاہنامہ لکھا ہے اُن سے ترتیب وار مطابقت پائی جاتی ہے،، جرمن کے مشہور فاضل پروفیسر نولدکی نے شاہنامہ کے ماخذ اور اس کی تاریخی حیثیت پر ایک مستقل کتاب جرمن زبان میں لکھی ہے اس کے اقتباسات کا ترجمہ مسٹر براؤن نے انگریزی میں کیا ہے اور اپنی کتاب کی جلد اول میں شامل کیا ہے۔ ہم اس کے بعض ضروری مقامات کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

تاریخ و قدامت "اوستا میں شاہنامہ کی فصلون کا اتنا ذکر آچکا ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب اوستا تصنیف ہوئی۔ تو اس زمانہ میں ان قومی فسانون کی بڑی بڑی باتین لوگونکو معلوم تھیں۔ اُن کی قدامت کا صرف یہی ایک ثبوت نہیں ہے، کیونکہ نولدکی نے دکھلادیا ہے کہ یونانی مصنفون کی کتابون میں بھی جو انھون نے شاہانِ ایران کے بارے میں لکھی ہیں ان بہادرون کا تذکرہ موجود ہے، خاصکر ٹی سی۔ ایس کی کتاب میں جو پانسو برس قبل حضرت مسیح[۱]، آرٹا یزرک[۲]۔ سینرنی من[۳] کا طبیب دربار تھا۔ اور اس نے اپنی کتاب ایرانی تصانیف کی مدد سے لکھی ہے، یہ واقعات بار بار بیان ہوئے ہیں بلکہ کبھی ایک خاندان سے منسوب ہوئے ہیں۔ کبھی دوسرے سے، مثلاً سائرس[۴] ایکی مینی[۵] کے پہلے بادشاہ کو جو واقعات میڈیا[۶] والون سے لڑنے میں پیش آئے وہ اردشیر ساسانی اور اس کی پارتھیونکی[۷] جنگ کے حالات سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ اسی طرح عقاب سیمرغ اور ہما شاہ پسند پرندونکا اسے کی نیز زال[۸] اور اردشیر کا محافظ ہونا، اسی طرح پرنو دیر کیانی اور پیروز ساسانی کو تورانی۔ دشمنوں سے قارین کے خاندان کے دو شخصون کا بچانا اور اسی قبیل سے دارا اور پیروز کی ملتی جلتی سرگزشتیں ہیں جو قابل غور ہیں۔

بیان کا رنگ زریادریس[۹]۔ برادر سس تاس[۱۰]۔ پیس اور شہزادی ادوانس[۱۱] کا قصہ،

---

۱ Ctesias. ۲ Artaxerxex ۳ mneman

۴ Cyrus ۵ Achæmenian ۶ medes

۷ Parthians ۸ Achaemenes ۹ Zapiatres

۱۰ Kystaspes. ۱۱ odetes.

ہم تک اے تھی نیس[1] سے پہنچا ہے یہ قصہ اُس نے سکندر کی اس تاریخ سے لکھا ہے جو اُس کے دیوان چارس[2] نے تصنیف کی تھی یہی داستان سب میں پُرانی پہلوی کتاب یاتکار[3] رزریران[4] میں بیان ہوئی ہے جو پانچسو برس قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لکھی گئی تھی، یہ چھوٹی مگر ضروری کتاب سب میں قدیم فارسی کتاب ہے۔ جسمیں بہادری کے قصے درج ہیں، گو اُسمیں ایک ہی قصہ ہے مگر اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کل کہانیوں پر عبور ہے، اسی کتاب کو شاہنامہ گشتاسپ یا پہلوی شاہنامہ کہتے ہیں۔

نولدکی کہتا ہے کہ "اگر ہم کو سراسر دھوکا نہوا ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس قصے میں وہ روح موجود ہے جس کا وجود کئی اور قوموں کے بہادری کے قصوں میں موجود ہے خلاصہ حال سب کو معلوم ہے، اس کے خاص خاص حصوں کو کوشش کرکے زینت دی گئی ہے، اور اُس ڈھانچ میں تھوڑی سی کمی بیشی اور ترتیب سے کم و بیش ایک مسلسل اور پوری داستان تیار ہو سکتی ہے اس قصے کے ضروری اجزا عربی کے اس مختصر ترجمہ میں جو طبری نے کیا ہے اور جو شاہنامہ کے بیان سے بالکل مطابق ہے، بعض جگہ تو لفظ بہ لفظ وہی ہے، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اُسی عام قدیمی روایت سے لیا گیا ہے جو شاہنامہ کا ماخذ ہے"

اس نئی ترتیب سے جس کی طرف نولدکی نے اشارہ کیا ہے وہ اضافہ اور اصلاح مراد ہے جس سے مختلف حصے ایک دوسرے کا پیوند ہو کر ایک دلکش داستان بن جائیں اور کمی سے یہ غرض ہے کہ وہ باتیں اور الفاظ جو مسلمانان کو ناگوار ہیں نہ آنے پائیں جیسا فردوسی اور اوروں نے کیا ہے،

شاہنامہ کے ساسانی حصہ کے متعلق ہمارے پاس ایک پہلوی کتاب کارنامک انتخشتر پاپکان اصل پہلوی اور جرمن میں موجود ہے جب اس کتاب کا شاہنامہ سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ فردوسی نے بڑی ایمانداری برتی ہے اور ہماری نظر میں اُسکی وقعت یہ، دیکھکر اور بڑھ جاتی ہے کہ جن کتابوں سے اُس نے شاہنامہ لکھا ہے اُن سے ترتیب وار

---

[1] Achenaeas [2] Charas [3] Yatkar
[4] Zariran.

مطابقت پائی جاتی ہے۔ کارنامک غالباً ۷۰۰ء میں تصنیف ہوئی اور اگاتھی اس کا جو ۵۸۰ء میں تھا شاہان ایران کی تاریخوں کا ساسان پاپک اور اردشیر کے حالات میں حوالہ دینا اس بات کا زائد ثبوت ہے کہ شاہنامہ کے مختلف قصے اس زمانہ کی پہلوی کتابوں میں پائے جاتے تھے

فردوسی کے شاہنامہ پر جو دیباچہ تیمور کے پوتے بایسنقر کے حکم سے ۸۲۵ھ میں لکھکر لگایا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دہقان دانشور کا پورا صحیح نسخہ اس ساری داستان کا کیومرث سے لیکر خسرو پرویز یعنی ۶۲۸ء تک کا یزدجرد ثانی آخری ساسانی فرمانروا کے عہد میں تیار ہو چکا تھا۔ اس پر نولدکی لکھتا ہے کہ یہ کتاب خواہ کیسی ہی کیوں نہو مگر عرب مورخوں کے ترجموں کا، فردوسی سے خسرو پرویز کی وفات تک مطابق ہونا اور بعد کو مختلف، اس بارۂ خاص میں اس کی صداقت کا ثبوت ہے اور اس کی انتہا درجہ کی ہمدردانہ کوشش اور حق پسندی سے پایا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ کی سرپرستی اور نگرانی میں تصنیف ہوئی تھی،

اس پہلوی خدائی نامہ کا جس کا حمزہ اور مصنف فہرست وغیرہ اور دیگر عرب مورخوں نے ذکر کیا ہے، ابن المقفع نے آٹھویں صدی عیسوی کے وسط میں عربی میں ترجمہ کیا اور اس ذریعہ سے تمام عربی دانوں کو اس کا حال معلوم ہو گیا مگر نہایت افسوس ہے کہ یہ ترجمہ ضائع ہو گیا۔ اسی طرح وہ فارسی نثر کا ترجمہ جو ۱۵۷ھ میں ابو المنصور المعمری کے حکم سے ہوا تھا اور ہرات، سیستان، شاہ پور اور طوس کے چار پارسیوں نے، ابو منصور ابن عبد الرزاق حاکم طوس کے لئے کیا تھا جیسا کہ البیرونی اور نولدکی نے لکھا ہے اسی کی بنا پر دقیقی نے ایک شاہنامہ نوح ابن منصور سامانی بادشاہ کے لئے جو ۹۶-۹۹۵ء تک رہا۔ فارسی نظم میں لکھنا شروع کیا تھا۔ مگر سلطنت گشتاسپ اور زردشت کی آمد کے متعلق چند ہی ہزار شعر لکھنے پایا تھا کہ اسے ایک ترکی غلام نے مار ڈالا۔ یہ فردوسی ہی کا حصہ تھا کہ چند سال بعد اس نے اس قومی فسانے کو جو دقیقی نے شروع کیا تھا۔ ساٹھ ہزار اشعار میں جسمیں دقیقی کے اشعار بھی شامل ہیں۔ تکمیل کو پہنچایا۔ اتنا کہنا یہاں اور ضروری ہے کہ شاہنامہ قوم کا پورا پورا افسانہ ہے۔

داستان اردشیر اس داستان کی جتنی کہانیاں شاہنامہ اور کارنامک پہلوی میں پائی جاتی ہیں حسب تفصیل ذیل ہیں۔

(۱) ساسان جو بہمن درازدست کی پانچویں پشت میں تھا۔ پاپک شاہ فارس کے ہاں، مویشی چرانے پر نوکر ہے، پاپک خواب دیکھتا ہے کہ ساسان نسل شاہی سے ہے اُس سے بلطف خوشی پیش آتا ہے، اپنی بیٹی کی اُس سے شادی کرتا ہے اور اردشیر اُس کے بطن سے پیدا ہوتا ہے۔

(۲) پاپک اردشیر کو متبنیٰ کرتا ہے۔ اُس کے جوان ہونے پر اُس کی دلاوری، عقلمندی اور شاہانہ خوبیوں کا تذکرہ اردوان (آخری بادشاہ آشکانی) تک پہنچتا ہے وہ اردشیر کو طلب کرتا ہے، خاطر و مدارات سے پیش آتا ہے، ایک روز اردوان کے بیٹے کے ساتھ شکار کو جاتا ہے، اور وہ اردشیر کے مارے ہوئے شکار کو اپنا بتلاتا ہے، اس پر بیخبر رہو کر میر آخور اصطبل شاہی مقرر ہوتا ہے،

(۳) اردوان کی ایک معتمد ہوشیار اور نازنین پرستار اردشیر پر ترس کھاتی ہے اور دو تیز رفتار گھوڑے مہیا کر کے اُس کے ساتھ فارس کو بھاگ جاتی ہے، اردوان تعاقب کرتا ہے۔ مگر یہ شکر کہ شوکت خسروی ایک خوبصورت مینڈھے کی شکل میں اردشیر تک پہنچ گئی ہے واپس آتا ہے

(۴) اردشیر آشکانیون وغیرہ سے لڑتا ہے اردوان اور اُس کے بیٹے کو شکست دیتا ہے اور خود کردون سے زک اُٹھاتا ہے۔

(۵) داستان ہفتان بوخت (ہفتواد) اور کرم کرمانی مع جنگ متھرک (مسرک)

(۶) اردوان اپنی بیٹی (زوجہ اردشیر) کو موت کا حکم سناتا ہے۔ ایک موبد جس کا نام ابرسام ہے اُس کی جان بچاتا ہے۔ اسی کے پیٹ سے شاپور پیدا ہوتا ہے۔ اور باپ اُس بچہ کو لیجاتا ہے

(۷) اردشیر ہندوستان کے حاکم کیدیا کیت سے یہ شکر کہ ایران کی بادشاہت اس کے یا اُس کے دشمن متھرک کے گھرانے میں جائے گی، متھرک کا استیصال کرتا ہے اُس کی ایک لڑکی قتل عام سے بچکر کسانوں میں پرورش پاتی ہے، شاپور اُسے دیکھکر اُس پر عاشق ہوتا ہے اپنی شادی اور اپنے بیٹے ہرمز کی پیدائش کو اپنے باپ اردشیر سے چھپاتا ہے، اور ہرمز کو سات برس کی عمر میں چوگان کے میدان کی بہادری دیکھ کر اردشیر پہچان لیتا ہے،

ہر متنفس جس نے کارنامک اور شاہنامہ کا یہ حصہ ساتھ ساتھ پڑھا ہے اس بات کا

اقرار کریگا کہ شاہنامہ پورا چربہ کارنامک کا ہے اس لئے کہ جزئیات میں بھی اختلاف نہیں ہے ہمارے اس خیال کو کہ فردوسی نے جن قدیم کتابوں سے شاہنامہ لکھا ہے، اُن سے الگ نہیں گیا، پہلوی کے قصہ زریر اور شاہنامہ کے مقابلہ سے اور بھی تقویت ہو جاتی ہے، یہ امر اتفاقی ہے کہ ان حصوں کا ہم اصل کتابوں سے مقابلہ کر سکے مگر ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اور مقامات پر بھی جہاں ہم کو جانچ پڑتال ذریعے حاصل نہیں ہیں وہاں بھی فردوسی نے ادنیٰ بات بھی قدیم ماخذوں کے خلاف نہیں لکھی ہوگی۔ یہاں ہم داستان اردشیر کی دونوں روایتوں میں سے صرف دو ایک باتوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ اوّل ہم اس کی پیدائش کا ذکر کرتے ہیں۔

کارنامک

سکندر رومی کی وفات پر ایران میں ۴۰ مختلف گروہوں کے لوگ حکمران تھے اردوان ان سب میں سربرآوردہ تھا۔ اور اصفہان، فارس، اور قرب وجوار کے حصہ پر قابض تھا، پاپک محافظ سرحد اور اردوان کی طرف سے فارس کا گورنر تھا۔ اور اصطخر[1] میں رہتا تھا، اس کے کوئی بیٹا نہ تھا جس سے اس کا نام چلتا۔ ساسان پاپک کا گوالہ تھا اور ہمیشہ اپنے گلوں میں رہتا تھا، مگر وہ دارا ابن دارا کی اولاد میں تھا اور سکندر کے برے زمانہ میں وہ بھاگ کر گڈریوں میں جا ملا تھا پاپک کو یہ بات معلوم نہ تھی، ایک رات اُس نے خواب میں دیکھا کہ ساسان کے سر سے سورج نکلا ہے اور اُس نے تمام عالم کو منور کر دیا۔ دوسری رات دیکھا کہ ساسان ایک سپید ہاتھی پر جس پر قیمتی جھول پڑی ہوئی ہے۔ سوار جا رہا ہے اور تمام کشور کے لوگ اُس کے ارد گرد ہیں اسکی اطاعت کرتے ہیں۔ اور دعائیں دیتے ہیں، تیسری رات اُس نے دیکھا کہ آتش فروبہ گشسپ اور متھر، ساسان کے گھر میں روشن ہے اور ساری دنیا میں اُجالا پھیلا ہوا ہے، ان خوابوں سے گھبرا کر اس نے تعبیر دینے والوں اور دانشمندوں کو بلایا۔ اور اُن سے تینوں خواب بیان کئے معبروں نے کہا کہ یا تو وہ شخص جسکو آپ نے خواب میں دیکھا ہے یا اُسکی اولاد میں سے کوئی شخص تمام دنیا کا بادشاہ ہوگا۔ کیونکہ،

[1] شاہنامہ میں اسطرح لکھا ہوا ہے ۱۲

سورج اور قیمتی جھول والا ہاتھی۔ زور، طاقت اور فتح کی علامتیں ہیں آتش فروبہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو مذہب سے خوب واقف ہیں۔ اور اپنے ہمسروں میں ممتاز ہیں۔ آتش گشپ سے جنگجو اور جرگوں کے سردار اور آتش پرجین مہر سے دینا کے کاشتکار مراد ہیں، پس بادشاہت اُسے یا اُسکی اولاد کو ملیگی،، پاپک نے یہ تقریر سُن کر سب کو رخصت کیا اور ساسان کو بلا کر اُس سے پوچھا،، تم کس خاندان اور نسل سے ہو، تمہارے بزرگوں اور پُرکھوں میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہے،، ؟ ساسان نے کہا کہ اگر جان بخشی ہو تو عرض کروں، پاپک نے اجازت دی، ساسان نے اپنا راز افشا کر دیا، اور سارا حال بتلا دیا، پاپک یہ سُن کر خوش ہوا اور کہا کہ میں تمہاری حالت بہتر کر دونگا اور اس کے حکم دیتے ہی پورا لباس شاہی آیا اور ساسان کو عطا ہوا جب ساسان نے کہا کہ پہنو اُس نے پہن لیا، وہ پاپک کے حکم سے چند روز عمدہ غذائیں کھاتا رہا جس سے اُس کے جسم میں طاقت آگئی، پاپک نے پھر اپنی لڑکی سے اسکی شادی کر دی، اور قسمت کی یاوری سے وہ حاملہ ہو گئی، اور اُس سے تخشتر پیدا ہوا۔

فروبہ۔ فروباگ یا فران باگ کی جگہ فردوسی نے خرید لکھا ہے۔ کارنامک کی عبارت جہاں ساسان کی آمد کا ذکر ہے، بڑی روکھی پھیکی ہے، فردوسی نے اپنے زور قلم سے اُس میں جان ڈالدی ہے اور یہ منجملہ اُن مقامات کے ہے جو فردوسی نے نہایت دلکش پیرایہ میں لکھے ہیں۔

اشعار فردوسی متعلق قصہ بابک و ساسان

چو دارا بہ رزم اندرون کشتہ شد — ہمہ دودہ را روز برگشتہ شد
پسر بد مر او را یکے شاد کام — خردمند و جنگی و ساسان بنام
ازان لشکر روم بگریخت اوی — بدام بلا در نیامیخت اوی
بہ ہندوستان در بزاری بمرد — ز ساسان یکے کودکے ماند خرد
برین ہم نشان تا چہارم پسر — ہمے نام ساسانش کرد پدر
چو کہتر پسر سوئے بابک رسید — بدشت آمد و سر شبان را بدید
بدو گفت مزدورت آید بہ کار — کہ ایدر گزارد بہ بد روزگار،
بہ پذرفت بدبخت را سر شبان — ہمی داشت با رنج روز و شبان

شبی خفته بُد بابک روزیاب — چنان دید روشن روانش بخواب
که ساسان به پیل ژیان برنشست — گرفته یکی تیغ هندی به دست
به دیگر شب اندر چو بابک بخفت — همی بود با لغزش اندیشه جفت
چنان دید در خواب کاتش پرست — سه آتش فروزان بر بُردی بدست
چو آذرگشسپ و چو خرّاد و مهر — فروزان چو بهرام و ناهید و مهر
همه پیش ساسان فروزان بُدی — بهر آتش عود سوزان بُدی
سر بابک از خواب بیدار شد — روان و دلش پُر ز تیمار شد
کسانیکه در خواب دانا بدند — بدان دانش اندر توانا بدند،
به ایوان بابک شدند انجمن — بزرگان فرزانه و رای زن
چو بابک سخن برگشاد از نهفت، — همه خواب یکسر بدیشان بگفت
پُر اندیشه شد زان سخن رهنمای — نهاده بدو گوش پاسخ سرای
سرانجام گفت ای سرافراز شاه — به تاویل این کرد باید نگاه
کسی را که دیدی تو زینسان بخواب — به شاهی برآرد سر از آفتاب،
گر ایدون که این خواب از و بگذرد — پسر باشدش کز جهان برخورد
چو بابک شنید این سخن گشت شاد — بر اندازه شان یک بیک هدیه داد
بفرمود تا سر شبان از رمه — بر بابک آمد به روز دمه
بیامد دمان پیش او با گلیم — پُر از برق، شیمین و دل پر ز بیم
بپرداخت بابک ز بیگانه جای — پدر شد پرستنده و رهنمای
ز ساسان بپرسید و بنواختش — بر خویش، نزدیک بنشاختش
بپرسیدش از گوهر و از نژاد — شبان زو بترسید و پاسخ نداد
از آن پس بدو گفت کای شهریار — شبان را بجان گر دهی زینهار
بگویم ز گوهر همه هر چه هست — چو دستم به پیمان بگیری به دست
چو بشنید بابک زبان برگشاد — ز یزدان نیکی دهش کرد یاد

بہ بابک چنین گفت ازان پس جوان | کہ من پور ساسانم اے پہلوان
چو بشنید بابک فرو ریخت آب | ازان چشم روشن کہ او دید خواب
بیاورد پس جامۂ پہلوے | یکے اسپ بر آلتِ خسروے
یکے کاخ پُر مایہ او را بساخت | ازان سرشبانی سرش برنواخت
بدو داد پس دختر خویش را | پسندیدۂ و افسر خویش را

کارنامک پہلوی اور شاہنامہ کے بیان میں بہت خفیف فرق ہے۔ جو عموماً تاریخی واقعات میں ہوتا ہے،

مسٹر براؤن نے اور بھی چند داستانیں کارنامک اور شاہنامہ کی مطابقت دکھانے کیلئے درج کی ہیں، لیکن ہم نے طول کے لحاظ سے قلم انداز کیا۔

فردوسی کی وقعت شاعری کی حیثیت سے

عام اتفاق ہے کہ ایران میں اس درجہ کا کوئی شاعر آجتک نہیں پیدا ہوا۔ انوری اُن شعرا میں ہے جن کو لوگوں نے فردوسی کا ہمسر قرار دیا ہے چنانچہ مشہور ہے،

در شعر سہ تن پیمبرانند | ہر چند کہ لا نبی بعدی
ابیات و قصیدہ و غزل را | فردوسی و انوری و سعدی

لیکن خود انوری کہتا ہے کہ فردوسی ہمارا خداوند ہے۔ اور ہم اُس کے بندے ہیں۔

آفرین بر روان فردوسی، | آن ہمایوں نژاد فرخندہ
آن نہ اُستاد بود و ما شاگرد | آن خداوند بود و ما بندہ

نظامی کہتے ہیں۔

سخن گوے پیشینہ دانای طوس | کہ آراست زلفِ سخن چون عروس

علامہ ابن الاثیر نے مثل السائر کے خاتمہ میں لکھا ہے، کہ "عربی زبان باوجود اس وسعت و کثرت الفاظ کے شاہنامہ کا جواب پیش نہیں کر سکتی، اور درحقیقت یہ کتاب عجم کا قرآن ہے"

یورپ کے فضلا ہی جو زبان فارسی سے واقف ہیں عموماً فردوسی کی کمال شاعری کے معترف ہیں۔ سر گور اوسلی نے تذکرۃ الشعراء میں فردوسی کو ہومر سے تشبیہ دی ہے اگرچہ ساتھ ہی یہ ناتوان بینی بھی ظاہر کی ہے۔ کہ "وہ اگرچہ دراصل ہومر کا ہمسر نہیں ہو سکتا، لیکن ایشیا میں اگر کوئی ہومر ہو سکتا ہے تو وہی ہے"

لیکن تعجب اور سخت تعجب ہے، کہ مسٹر براؤن جو آجکل فارسی دانان یورپ میں سب سے ممتاز ہیں۔ فردوسی کے کمال شاعری کے منکر ہیں۔ وہ اپنی کتاب لٹریری ہسٹری آف پرشیا میں لکھتے ہیں۔ کہ "فردوسی کے بعد جو شعراء پیدا ہوئے وہ شاعرانہ خیالات اور شوکت الفاظ دونوں حیثیت سے فردوسی سے بالاتر ہیں۔ شاہنامہ سبعہ معلقہ کی بھی برابری نہیں کر سکتا" صاحب موصوف کو اسپر حیرت ہے کہ شاہنامہ تمام اسلامی دنیا میں اس قدر کیوں مشہور عام ہو گیا۔ پھر خود اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ شاہنامہ میں مسلمانوں کے اسلاف کی فخریہ داستانیں ہیں۔ اس لئے حب قوم نے اس کا سکہ جما دیا"

ہم ان سب باتوں کے جواب میں صرف یہ کہتے ہیں۔

حریف کاوش مژگان خون ریزش نہ زاہد بدست آور رگ جانی و نشتر را تماشا کن

اب ہم شاہنامہ کے اوصاف کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اسلام کا خاصہ ہے کہ جہاں جہاں گیا ملک کی زبان سرے سے بدل دی یا اسقدر اسکو مغلوب کر لیا کہ وہ مستقل اور آزاد زبان نہیں رہی اسلام سے پہلے مصر و شام میں قبطی اور سریانی بولی جاتی تھی، اسلام کے ساتھ تمام ملک کی زبان عربی ہو گئی۔ یہانتک کہ آج عیسائی یہودی وغیرہ بھی عربی زبان کے سوا اور کوئی زبان نہیں بول سکتے۔ ایشیائے کوچک اور قسطنطنیہ میں ترک گئے تو ملکی زبان ترکی ہو گئی، کابل اور قندھار کی اصلی زبان پشتو ہے لیکن خواص فارسی بولتے ہیں۔ جو اسلامی حکمرانوں کی زبان تھی۔ ایران اور ہندوستان سخت جان تھے جہاں ملک کی اصلی زبان قائم رہی، لیکن عربی الفاظ اس کثرت سے داخل ہو گئے کہ ان کی آمیزش کے بغیر فارسی یا اردو لکھنا چاہیں۔ تو لزوم مالا یلزم کی محنت اٹھانی پڑتی ہے،

ایران میں ابتدا ہی سے عربی نہایت شدت سے مخلوط ہو گئی تھی، عباس مروزی نے۔

مامون الرشید کی مدح میں جو قصیدہ لکھا۔ اُس کے چار شعر آج موجود ہیں جنمیں نصف سے زیادہ عربی الفاظ ہیں۔ رودکی اور ابو شکور بلخی وغیرہ کا کلام عربی الفاظ سے بھرا پڑا ہے، سلطان محمود کے زمانہ میں ایک فاضل نے شاہنامہ کے جواب میں عمرنامہ ایک کتاب نثر میں لکھی تھی، وہ ہماری نظر سے گذری ہے اُس کا بھی یہی حال ہے اُسی زمانہ میں شیخ بوعلی سینا نے حکمت علائیہ فارسی زبان میں لکھی اور قصد کیا کہ خالص فارسی میں لکھی جائے۔ لیکن عہدہ برآ نہو سکا۔ فردوسی کی قدرت زبان دیکھو کہ ساٹھ ہزار شعر لکھکر ڈالدیئے۔ اور عربی الفاظ اسقدر کم ہیں کہ گویا نہیں ہیں، اگرچہ اس خصوصیت کا موجد دقیقی ہے، لیکن کل ہزار شعر اور صرف چند معمولی واقعات ہیں۔ بخلاف اسکے فردوسی نے ہر قسم اور ہر طرح کے سینکڑون گوناگون مطالب ادا کیئے، اور زبان کے خالص ہونے میں فرق نہ آنے پایا۔ عربی کے جو الفاظ خال، خال آئے ہیں۔ اکثر وہ ہیں جو خاص مصطلح الفاظ ہیں۔ مثلاً دین۔ میمنہ۔ میسرہ۔ قلب۔ سلاح۔ عنان وغیرہ وغیرہ، یہ الفاظ اس طرح اس زبان میں شائع تھے جسطرح آج کل اُردو میں جج۔ کلکٹر ٹکٹ۔ اسٹیشن وغیرہ ہیں کہ اُن کے بجائے اگر کوئی شخص اور الفاظ استعمال کرے تو ناموزون معلوم ہون گے۔

حیرت وہان ہوتی ہے جہان فلسفیانہ اصطلاحین آتی ہیں اور وہ اِس بے تکلفی سے سادی فارسی میں اُن کو ادا کرتا جاتا ہے کہ گویا روزمرہ کی باتیں ہیں۔ بوعلی سینا نے بھی حکمت علائیہ میں یہ کوشش کی۔ لیکن اِس کا نمونہ دیکھو، ابطال غیر متناہی کے استدلال میں لکھتا ہے،

"پیشی و پسی بالطبع است چنانکہ اندر شمار است یا بہ عرض چنانکہ اندر اندازہ است کہ از ہر کدام سو کہ خواہی آغاز کنی و ہر چہ اندروے پیشی و پسی است بالطبع باوے مقداری است کہ او را بہرہ باہر جا کہ بودند ہمہ بیک جائے حاصل و موجود بود وے متناہی است"

غور کرو اِس کوشش کے ساتھ کس قدر عربی الفاظ اب بھی باقی رہ گئے اور جن عربی الفاظ کا فارسی میں ترجمہ کیا وہ اس قدر نامانوس اور بیگانہ ہیں کہ عبارت معمّا ہو کر رہ گئی۔

عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دو چیزون میں جب تقدم و تاخر ہوتا ہے تو دو طریقہ سے ہوتا ہے بلا واسطہ جس طرح ایک عدد، دو پر مقدم ہے، یا بواسطہ جس طرح مسافت میں آگا پیچھا ہوتا ہے کہ گو ایک حصہ کو مقدم اور دوسرے حصہ کو موخر کہتے ہیں۔ لیکن جہان سے چاہیں مسافت کو شروع

کر سکتے ہیں، اب قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی چیز میں بالطبع تقدم و تاخر ہوگا، ضروری ہے کہ اسمیں مقدار ہو اور مقدار کے تمام اجزا مرتب ہوں، یہ بھی ضرور ہے کہ ایسی چیز متناہی ہو،

غور کرو بوعلی سینا کی عبارت سے کیا کوئی شخص یہ سمجھ سکتا ہے؟

فردوسی نے آغاز کتاب میں مخلوقات کی پیدایش کی ابتدا، عناصر کا وجود، اور اُن کی ترتیب اور انقلابات لکھے ہیں۔

از آغاز باید کہ دانی درست — سرمایۂ گوہراں از نخست
کہ یزدان زنا چیز چیز آفرید — بدان تا توانائی آمد پدید،
وز و مایۂ گوہر آمد چہار، — برآوردہ بے رنج و بے روزگار
نخستین کہ آتش زجنبش دمید — زگرمیش بس خشکی آمد پدید
وزان پس زآرام سردی نمود — زسردی ہمان باز ترسی فزود
چو این چار گوہر بجائے آمدند — زبہر سپنجی سرائے آمدند
گیا رُست، با چند گونہ درخت — بزیر اندر آمد سران شان بلخت
ببالد زارد جزین نیروے، — نہ پوید چو پویندگان ہر سوے
نگہ کن برین گنبد تیز گرد، — کہ درمان ازوی ست و زوی است درد
نہ گشت زمانہ بفرسایدش — نہ این رنج و تیمار بگزایدش
نہ از گردش آرام گیرد ہمی — نہ چون ما تباہی پذیرد ہمی

یونانیوں کے نزدیک آفرینش کی ابتدا اور اُس کی تاریخ یہ ہے کہ خدا نے مادہ پیدا کیا، مادہ سے عناصر پیدا ہوئے۔ حرکت سے آگ پیدا ہوئی، آگ کی گرمی نے یبوست پیدا کی جس سے خاک کا وجود ہوا، پھر سکون کی وجہ سے رطوبت پیدا ہوئی۔ رطوبت نے پانی پیدا کیا، اس طرح چار عنصر پیدا ہوئے، پھر نباتات کا وجود ہوا، جنمیں صرف نمو کی قوت ہے، متحرک بالارادہ نہیں۔

آسمان کی نسبت یونانیوں کا خیال تھا کہ وہ ابدی ہیں، اور امتداد زمانہ سے اُنمیں تغیر اور زوال نہیں ہو سکتا، فردوسی نے اِن مسائل کو ایسے سادہ اور صاف الفاظ میں ادا کیا ہے، کہ معمولی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ ان میں فلسفیانہ،

اصطلاحین ہیں، لیکن درحقیقت سب فلسفہ کے خاص الفاظ ہیں، اُنکے مقابل کے عربی الفاظ دیکھو

سرمایہ	مادہ	توانائی	وجود
گوہر	عنصر	جنبش	حرکت
آرام	سکون	پوینده	متحرک یا لاارادہ
گشت	دوران	فرسودن	تغیر
تباہی	فنا		

اس طرح اور بہت سے الفاظ ہیں۔ ہم نے صرف نمونہ دکھایا ہے،

دوسری خصوصیت

۲- ایشیائی تاریخون کے متعلق عام شکایت ہے کہ ان میں بجز جنگ وخونریزی کے اور کچھ نہیں ہوتا یعنی وہ حالات بالکل نہیں ہوتے ہیں جن سے اُس زمانہ کے ملکی معاملات اور قوم کی تہذیب و معاشرت کا حال کھل سکے یہ شکایت بہت کچھ صحیح ہے، لیکن شاہنامہ اس سے مستثنےٰ ہے، شاہنامہ اگرچہ بظاہر صرف رزمیہ نظم معلوم ہوتی ہے، لیکن عام واقعات کے بیانمین اِس تفصیل سے ہر قسم کے حالات آتے جاتے ہیں کہ اگر کوئی شخص چاہے تو صرف شاہنامہ کی مدد سے اُس زمانہ کی تہذیب وتمدن کا پورا پتہ لگا سکتا ہے، بادشاہ کیونکر دربار کرتا تھا، امرا کس ترتیب سے کھڑے ہوتے تھے، عرض معروض کرنے کے کیا آداب تھے، انعام واکرام کا طریقہ کیا تھا، بادشاہ اور امرا کا درباری لباس کیا ہوتا تھا؟ فرامین اور توقیعات کیونکر اور کس چیز پر لکھے جاتے تھے، نامہ و پیام کا کیا انداز تھا، مجرمون کو کیونکر سزائین دی جاتی تھیں، بادشاہی احکام پر کیونکر نکتہ چینی کیجاتی تھی وغیرہ وغیرہ،

شادیون کے کیا مراسم تھے، جہیز میں کیا دیا جاتا تھا، عروسی کی کیا کیا رسمیں تھیں، دولہا اور دُلہن کا کیا لباس ہوتا تھا، پیش خدمت، غلام، اور لونڈیون کی وضع اور انداز کیا تھا،

خط کتابت کا..... کیا طریقہ تھا، کس چیز سے ابتدا کرتے تھے، خاتمہ کی کیا عبارت ہوتی تھی، خطوط کس چیز پر لکھے جاتے تھے، اُن کو کیونکر بند کرتے تھے، کس چیز کی مُہر لگاتے تھے مالگزاری کے ادا کرنے کا کیا دستور تھا، زمینوں کی کیا تقسیم تھی، مالگذاری کی مختلف شرحین کیا تھیں ٹیکس کیا کیا تھے، کون کون لوگ ٹیکس سے معاف ہوتے تھے۔

یہ تمام باتیں شاہنامہ سے بہ تفصیل معلوم ہوتی ہیں، نمونہ کے طور پر ہم چند مثالیں نقل کرتے ہیں

(۱) بیژن کی مہم میں کیخسرو نے رستم کو زابل سے بلایا ہے اور اُس کے لئے باغ میں دربار کیا ہے، دربار میں تخت زرین بچھایا گیا ہے، اُس پر ایک مصنوعی درخت نصب ہے، جسکا سایہ بادشاہ پر پڑتا ہے، درخت چاندی کا ہے، یاقوت کی شاخیں ہیں، موتیوں کے خوشے دانے ہیں، زرین ترنج اور سیب پھلے ہوئے ہیں، جو مجوف ہیں اور اُن کے اندر مشک کا برادہ ہے ہوا جب چلتی ہے تو مشک جھڑتی ہے اسی کے قریب قریب وہ فرش تھا جو حضرت عمر کے زمانہ میں ایران کی فتح میں آیا تھا، ان تمام باتوں کو فردوسی نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

در باغ بگشادہ سالار بار — نشستگہے ساخت بس شاہوار
بفرمود تا تاج زرین و تخت — نہادند زیر گل افشاں درخت
درختے ز ندار بر گاہ شاہ — کجا سایہ گستر و بر تاج و گاہ
تنش سیم و شاخش ز یاقوت زر — برو گونہ گون خوشہ ہائے گہر
عقیق و زبرجد ہمہ برگ و بار — فروہشتہ از شاخ چوں گوشوار
ہمہ بار زرین ترنج و بہی، — میان ترنج و بہی بدرہی
بدو اندروں مشک سودہ بہ مے — ہمہ پیکرش سفتہ برسان نے
کرا شاہ بر گاہ بنشاندے — براو باد ازاں مشک بفشاندے
بیامد نشست او بہ زرینہ تخت — یسر برش ریزندہ مشک از درخت
ہمہ مے گساران بہ پیش اندرا — ہمہ بر سراں افسر از گوہرا
ہمہ طوق بر سینۂ گوشوار — بہ بر بر ہمہ جامۂ زرنگار،

(۲) افراسیاب نے جب اپنی بیٹی فرنگیس کی شادی سیاوش سے کی ہے اور فرنگیس، سیاوش کے گھر آئی ہے تو اُس کی مہمانی اور عروسی کے ساز و سامان کو اس طرح بیان کیا ہے

بہ گنج آنچہ بُد اندروں نامدار — گزیدند زر بفت چینی ہزار،
ز برجد طبقہا و فیروزہ جام، — پُر از نافۂ زمشک و پُر عود خام
دو افسر پر از گوہر گوشوار — دو یارہ، یکی طوق و دو گوشوار

زگستر و نیہا شتر وار شصت — ززربفت پوشیدہ نیہا سہ دست
یکے تخت زرین و کرسی چہار — سہ نعلین زرین ز بر جز نگار
پرستندہ سی صد بہ زرین کلاہ — زخویشان نزدیک صد نیک خواہ
پرستار با جام زرین دو بیست — تو گفتی بہ ایوان درون جائے نیست
ہمی صد طبق مشک صد زعفران — ہمی رفت گلشہر با خواہران،

اسفندیار کا تابوت رستم نے روانہ کیا تھا، تابوت کے مراسم دیکھو،

یکے نغز تابوت کرد آہنین — بگستر و فرشے ز دیبائے چین،
در اندر دو یک روے آہن بر قیر — پراگندہ بر قیر و مشک و عبیر،
وزان پس کہ پوشید روشن برش — زبیروزہ بر سر نہاد افسرش
چہل اشتر آورد رستم گزین — زبالا فرو ہشتہ دیبائے چین
یکے اشترے زیر تابوت شاہ — چپ و راست اشتر پس اندر سپاہ
پشوتن ہمی رفت پیش سپاہ — بریدہ فش دوم اسپ سپاہ
برو بر نہادہ نگونسار زین، — ززین اندر آویختہ گرز کین،
ہمان نامور خود و خفتان اوے — ہمان ترکش و مغفر جنگجوے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں کسی امیر کا جنازہ نکلتا تھا تو لوہے کے تابوت میں رکھ کر لیجاتے تھے، تابوت کے ایک رُخ کو سیاہ رنگ سے رنگ دیتے تھے، پھر اُسپر مشک و عنبر چھڑکتے تھے، میت کو کپڑے پہناتے تھے، اور سر پر تاج رکھتے تھے تابوت کو اونٹ پر محمل میں رکھتے تھے، اور اُس کے دائیں بائیں اور بہت سے اونٹ ساتھ ساتھ چلتے تھے پیچھے فوج ہوتی تھی، میت کی سواری کا گھوڑا ساتھ ہوتا تھا، اُسکی یال اور دُم کاٹ دیتے تھے، زین الٹا کر رکھتے تھے، میت کے اسلحہ جنگ زین پر لٹکتے چلتے تھے،

تیسری موسیقی

(۳) ایشیائی شاعری کا عام قاعدہ ہے کہ کسی داستان کے بیان کرنے میں حسن و عشق کا کہیں اتفاقی موقع آجاتا ہے، تو اسقدر پھیلتے ہیں۔ کہ تہذیب و متانت کی حد سے کوسوں آگے نکل جاتے ہیں، نظامی اور جامی جیسے مقدس لوگ اس حمام میں آکر ننگے ہوجاتے ہیں

لیکن فردوسی باوجود اسکے کہ اس کو تقدس کا دعویٰ نہیں ایسے موقعوں پر آنکھ نیچی کئے ہوئے آتا ہے اور صرف واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے ایک سرسری غلط انداز نگاہ ڈالتا ہوا گزر جاتا ہے، بیژن اور منیژہ کی صحبت عیش کو جہاں لکھا ہے، کہتا ہے،

نشستنگہ رود دمی ساختند — زبیگانہ خرگہ بپرداختند،
پرستندگان ایستادہ بہ پائے — ابا بربط و چنگ و رامش سرائے
بہ دیبا زمیں کردہ طاؤس رنگ — زدینار و دیبا چو پشت پلنگ،
چہ از مشک و عنبر چہ یاقوت و زر — سراپردہ آراستہ سربسر
مے سالخوردہ بہ جام بلور،، — برآوردہ با بیژن گیو زور،
سہ روز سہ شب شاد بودہ بہم — گرفتہ براو خواب ہستی ستم

زال اور رودابہ کے عاشقانہ اختلاط میں زیادہ پھیلا ہے، پھر بھی یہ رنگ ہے،

گرفت آن زمان دست دستان درست — برفتند ہر دو بکردار مست
سوئے خانۂ رزنگار آمدند — بدان مجلس شاہوار آمدند
شگفت اندران ماہ با زال زر — بدان روئے و بالا و آن موی و فر
دو رخسارہ چون لالہ اندر چمن — سر جعد زلفش شکن در شکن،
ز دیدنش رودابہ می نارمید — بہ دُر دیدہ در روے ہمی بنگرید
ہمی بود بوس و کنار و نبید، — نگر شیر[1] کو گور را نشکرید،

۴- عام خیال ہے کہ فردوسی بزم اچھی نہیں لکھتا۔ بے شبہ یوسف زلیخا میں اس کی شاعری کا رتبہ بہت گھٹ گیا ہے، لیکن یہ اس کے رنج و غم اور دل شکستگی کا زمانہ تھا جب اس کے تمام جذبات افسردہ ہو چکے تھے، یوسف زلیخا لکھنے سے اس کا مقصد صرف مذہبی جماعت کو خوش کرنا تھا۔ جو اتنی بات پر فردوسی سے ناراض تھے کہ اسنے مجوسیوں کی مدح و ثنا میں کیوں اسقدر اوقات صرف کی، لیکن شاہنامہ میں جہاں جہاں بزم کا موقع آیا ہے، شاعری کا چمن زار نظر آتا ہے،

چوتھی خصوصیت

زال رودابہ پر عاشق ہوا ہے، اسکے شوق میں گھر سے نکلا ہے، اسکو خبر ہوتی ہے وہ

[1] یعنی دیکھو شیر نے گورخر کو پاکر شکار نہیں کیا ۱۲

لب بام آکر کھڑی ہوتی ہے، زال کوٹھے کے برابر آکر اوپر جانے کی تدبیریں سوچتا ہے رودابہ اپنی چوٹی کھول لٹکا دیتی ہے کہ اسکے سہارے چڑھ آؤ، زال زلف کو بوسہ دیتا ہے اور کمند ڈالکر کوٹھے پر اترتا ہے، دونوں مل جل کر بیٹھتے ہیں، لطف و محبت کی باتیں ہوتی ہیں شراب کا دور چلتا ہے، یہ سماں دیکھو کس طرح دکھایا ہے،

سپہبد سوئے کاخ بنہاد روے — چنان چون بود مردم جفت جوئے
برآمد سیہ چشم گل رخ بہ بام — چو سرو سہی بر سرش ماہ تام
چو از دور دستان سام سوار — پدید آمد آن دختر نامدار،
دو بیجادہ بکشاد و آواز داد — کہ شاد آمدی ای جوان مرد شاد
پری روے گفت و سپہبد شنود — ز سر شعر گلنار بکشاد زود
کمندی کشاد او ز سرو بلند — کس از مشک زان سان نہ پیچد کمند
خم اندر خم و مار بر مار بود — بران عنبرین تار بر تار بود
فرو ہشت گیسو ازان کنگرہ — کہ بازو بدو شد تا بہ بن یکسرہ
پس از بارہ رودابہ آواز داد — کہ اے پہلوان بچہ گرد زاد
بگیر این سر گیسو از یک سویم — ز بہر تو با یدہمے گیسویم
بدان پرورا بندم این تار را — کہ تا دستگیری کند یار را
نگہ کرد زان اندران ماہروے — شگفتی بماند اندران رود موے
بسائید مشکین کمندش بہ بوس — کہ بشنید آواز بوسش عروس
چنین داد پاسخ کہ این نیست داد — چنین روز خورشید روشن مباد
کمند از رہی بستد و داد خم — بیفگند بالا، نزد ہیچ دم
بہ حلقہ در آمد سر کنگرہ — برآمد ز بن تا بسر یکسرہ،
چو بر بام آن بارہ بنشست باز — بیامد پری روے و بروش نماز

(آگے کے اشعار اوپر گذر چکے)

تم کہو گے کہ رودابہ نے زال کو کہیں جوانمرد، کہیں پہلوان بچہ کہہ کے خطاب کیا ہے اور

خود فردوسی رودابہ کی تعریف میں بالا اور فر وغیرہ الفاظ استعمال کرتا ہے حالانکہ بزم کی لطافت اور نزاکت ان الفاظ کی متحمل نہیں ہوسکتی، لیکن یہ فردوسی کی نکتہ سنجی اور بلاغت شعاری کی دلیل ہے اسکو معلوم ہے کہ وہ کابل وزابلستان کے محبوب کا ذکر کر رہا ہے، لکھنؤ کا نہیں وہاں کے لوگ آج بھی اپنے پیارے اور چہیتے کی نسبت یہی الفاظ بولتے ہیں کابل کا معشوق لکھنؤ کیطرح دھانپان نہیں ہوتا ہے بلکہ بالیدہ قامت پُراندام اور تنومند ہوتا ہے اس لئے بالا اور فر کا لفظ وہاں کے معشوق کی اصلی تصویر ہے،

بیژن جب افراسیاب کی سرحد میں پہنچا ہے تو گرگین نے اس سے بیان کیا کہ یہاں سے پاس ایک مرغزار ہے، جہاں سال میں ایک دفعہ افراسیاب کی بیٹی منیژہ سہیلیوں کے ساتھ سیر کو آتی ہے اور ہفتوں رہتی ہے، دیکھو فردوسی نے اس موقع پر مرغزار کی بہار اور پریزادوں کے جھرمٹ کی تصویر کس طرح کھینچی ہے،

همه بیشه و باغ و آب روان — یکے جایگاه از در پهلوان
زمین پرنیان و هوا مشک بوی — گلابست گوئی مگر آب جوی،
خم آورده از بار شاخ سمن — صنم شد گل و گشت بلبل شمن،
خرامان به گرد گلان بر تذرو، — خروشیدن بلبل از شاخ سرو
پری چهره بینی همه دشت و کوه، — بهر سو به شادی نشسته گروه
همه دخت ترکان پوشیده روی[1] — همه سرو قد و همه مشک بوی،
همه رخ پر از گل، همه چشم خواب — همه لب پر از مے به بوی گلاب،

اخیر شعر پر غور کرو "همه چشم خواب" کے مبالغہ اور بیساختگی پر متاخرین کے ہزارون تکلفات اور مضمون آفرینیان نثار ہیں۔

ایک اور موقع پر ایک پری چہرہ کی تصویر کھینچتا ہے

دو ابرو کمان و دو گیسو کمند — به بالا به کردار سرو بلند
دو برگ گلش سوسن و سرشت — دو شمشاد و عنبر فروش از بهشت

[1] اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ پردہ کی رسم ایرانیوں میں بھی قدیم سے ہے ۱۲

بناگوش تابندہ خورشید دار — فروہشتہ زو حلقہ گوشوار،
لبان از بمبر زد زبان از شکر — دہانش مکلل بہ دُر و گہر

اِن سادہ اور فطری مبالغوں کو دیکھو "لبان از طبرزد زبان از شکر"
لیکن یہ نہ سمجھنا کہ وہ مضمون آفرینی اور خیال بندی کے تکلفات سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا
اس انداز میں بھی وہ کسی سے کم نہیں،

بہ دنبال چشمش یکے خال بود — کہ چشم خودش ہم بہ دنبال بود

سہراب نے جب ایران کی سرحد میں پہنچکر قلعہ سپید کا محاصرہ کیا ہے تو قلعہ سے ایک
عورت مردانہ لباس پہنکر نکلی ہے اور سہراب سے جنگ آزما ہوئی ہے، دیر تک رد و بدل کے
بعد سہراب نے اسکو گرفتار کیا جبکہ چہرے سے ہٹی تو معلوم ہوا کہ عورت ہے، سہراب فریفتہ
ہو گیا۔ لیکن عورت فریب دیکر نکل گئی۔ سہراب اب سپہگری چھوڑ کر عشق کا دم بھرنے لگا دیکھو
دیکھو فردوسی اس کے نالہ و زاری کو کس طرح ادا کرتا ہے،

ہمی گفت اندر آن بیشہ دریغ — کہ شد ماہ تابندہ در زیر میغ
غریب آمدے آمدم در کمند — کہ از بند جستی و مرا کرد بند
عجب ہرن میری کمند میں آیا، — کہ خود چھوٹ کر نکل گیا اور مجھکو قید میں ڈال گیا
زہی چشم بندے کہ آن پرفسون — بہ تیغم نہ خستی و مرا ریخت خون
اس شعبدہ کو دیکھو کہ اس جادوگر نے — مجھکو تلوار نہیں ماری لیکن میں قتل ہو گیا
ندانم چہ کرد آن فسون گر بہ من — کہ ناگہ مرا بست راہ سخن،
بہ زاری مرا خود بباید گریست — کہ دلدار خود را نہ دانم کہ کیست
ہمی گفت و میسوختم از غمش — نمی خواست رازش بداند کسے
ولے عشق پنہان نماند کہ راز — بمردم نماید ہمی اشک باز،
غم جان برآرد خروشش از درون — اگرچند عاشق بود ذو فنون،
ہرچند ۱۲

اِن شعروں میں عشقیہ شاعری کی تمام ادائیں موجود ہیں۔ استعارات اور تشبیہات
ما ہلا سارنگ ہے، شاعرانہ ترکیبیں بھی ہیں ع کہ از بند جستی و مرا کرد بند۔

ع بہ تیغم نہ خست و مرا ریخت خون، یہ سب کچھ ہے لیکن فردوسی اس بات کو نہیں بھولا۔ وہ سہراب کی داستان لکھ رہا ہے، محمد شاہ و واجد علی شاہ کی نہیں، اس لئے فوراً سہراب کو ہومان کی زبان سے نصیحت کرتا ہے، اور دیکھو ایک حوصلہ مند فاتح کی نصیحت کا کیا انداز ہے،

ازان کار ہومان نبودش خبر، کہ سہراب راہست چون در جگر
ولے از فراست بدل نقش بست، کہ او را پریشانیے داد دست،
بہ دام کسے پائے بند آمدہ است، ز زلف تبے در کمند آمدہ است
نہاں میکند درد و خونین دل است، ہوس میرود راہ و پا در گل است
یکے فرصت جست و گفتش بہ راز، کہ اے شیر دل گرد گردن فراز،
فریب پری پیکران جوان، نخواہد کسے کو بود پہلوان
نہ رسم جہانگیری و سروری است، کہ از مہر ما ہے بیاید گریست
ز توران بہ کارے برون آمدیم، شناور بدریائے خون آمدیم،
اگر چند این کار باشد بہ کام، ولے ہست در پیش رنجے تمام
بیاید شہنشاہ کاؤس و طوس، چو رستم کہ بر شیر دارد فسوس

پھر بہت سے ایرانی پہلوانوں کے نام گنا کر کہتا ہے،

توئی مرد میدان این سروران، چہ کارت بہ عشق پری پیکران
تو کارے کہ داری نہ بر دست بسر، چرا دست بازی بہ کار دگر،
بہ نیروی مردی جہان را بگیر، ز شاہان بدست آر تاج و سریر
چو کشور بدست تو آید فراز، بہر جائے خوبان برندت نماز
ازان گفتہ سہراب بیدار شد، دلش بستہ بند پیکار شد
بگفت اے سرنامداران چین، بگفتار خویت ہزار آفرین،
شد این گفت تو داروی جان من، کنون با تو نوگشت پیمان من،
جہان را سراسر چہ خشک و چہ آب، در آرم بفرمان افراسیاب
بگفت این دول راز دل بر بکند، برآمد بر افراز تخت بلند،

دیکھو ایک شجاع دامِ عشق میں اتفاقاً پھنس ہی جاتا ہے تو کس طرح جلد چھوٹ کر نکلجاتا ہی فردوسی نے موقع پاکر عشقیہ شاعری کا کمال ہی دکھلادیا، اور پھر متانت اور شائستگی کا سررشتہ کہیں ہاتھ سے نہ چھوٹا، متاخرین بلکہ نظامی و سعدی کو بھی اتنا سہارا ہاتھ آجاتا تو خدا جانے کہان سے کہان نکلجاتے،

۵۔ شاعری کا اصلی کمال واقعہ نگاری اور جذبات انسانی کا اظہار ہے، اِن دونون باتونمیں وہ تمام شعراء کا پیش رو اور امام ہے، وہ جس واقعہ کو لکھتا ہے اُس کے تمام جزئیات اور گردپیش کے ہر قسم کے حالات اور واقعات ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پیدا کرتا ہے، پھر اُن کو اِس خوبی کے ساتھ ہُوبہُو ادا کرتا ہے، کہ واقعہ کی تصویر آنکھونکے سامنے پھر جاتی ہے اور شعرا یا تو واقعہ کے متعلق چھوٹی چھوٹی باتون پر نظر ڈالنا ضروری نہیں سمجھتے یا سمجھتے ہیں لیکن طبیعت فطرت شناس نہیں ہوتی، اس لئے باریک باتون پر نظر نہیں پڑتی یا پڑتی ہے لیکن زبان پر قدرت نہیں کہ جون کا تون ادا کردین۔ اِس لئے یا بات کو بدل کر کہتے ہیں، یا استعارات و تشبیہات کے دامن میں پناہ لیتے ہیں، تم دیکھتے ہو کہ فردوسی استعارہ کے پاس ہو کر نہیں نکلتا، تشبیہین وہی پاس پاس کی لیتا ہے، مجاز کو بہت کم ہاتھ لگاتا ہے، اِسکی یہ وجہ نہیں کہ وہ اِن باتون میں قاصر ہی بلکہ وہ جانتا ہے کہ یہ چیزین واقعہ کے چہرہ پر نقاب ڈالدیتی ہیں۔ اور اُس کا اصلی خط و خال نظر نہیں آتا، غور کرو، یہ لکھنا مقصود ہے کہ خاقان چین ہاتھی پر ہے رستم نے کمند پھینکی اور اس کو گرفتار کرکے ہاتھی سے ٹپک دیا، فردوسی اِس کو اِس طرح ادا کرتا ہے،

چو از دست رستم رہا شد کمند — سر شہریار اندر آمد بہ بند
ز پیل اندر آورد و زد بر زمین — بہ بستند بازوے خاقان چین،،

نظامی کو اسی قسم کا موقع پیش آتا ہے وہ کہتے ہیں۔

کمند عدو بند را شہریار — بینداخت چون چنبر روزگار

بے شبہ عدو بند کے لفظ سے جملہ کی ترکیب چست ہوگئی "چنبر روزگار" کی تشبیہ نے بھی ندرت پیدا کی، یہ سب کچھ ہوا لیکن سننے والے پر یہ اثر ہوا کہ اصل واقعہ کے بجائے اِسکی توجہ الفاظ اور تشبیہ کی طرف متوجہ ہوگئیں اور کمند میں گرفتار ہونے کی اصلی حالت سامنے نہ آسکی

یہی نکتہ ہے کہ فردوسی واقعات اور جذبات کے بیان کرنے میں استعارات اور تشبیہات وغیرہ سے بہت کم کام لیتا ہے، اور جب اسکو طباعی اور انشا پردازی کا زور دکھانا ہوتا ہے تو دوسرے موقعے تلاش کرتا ہے، چنانچہ اسکی تفصیل آگے آتی ہے،

واقعہ نگاری کے دقیق.... نکتون پر اس کی نظر جس طرح پڑتی ہے اس کی ایک دو مثالین ہم لکھتے ہیں،

پہلوان جب جوش شجاعت میں لبریز ہوتا ہے تو اکثر یہ ہوتا ہے، کہ لڑائی بھڑائی کچھ نہیں تنہا بیٹھا ہے، لیکن آپ ہی آپ بھپرا پڑتا ہے، اور جوش میں آپے سے باہر ہوا جاتا ہے سہراب جب ایرانی فوج کے ایک ایک سردار پر نظر ڈال کر ہجیر سے اُن کا نام و نشان پوچھتا ہے۔ تو اس کی نظر رستم پر بھی پڑتی ہے، اور ہجیر سے کہتا ہے، یہ کون شخص ہے جس کی یہ حالت ہے کہ

بخود ہزماں بر خرد شد ہے — تو گوئی کہ دریا بجوشد ہے،

آپ ہی آپ بھپر رہا ہے، — اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ دریا جوش مارتا ہے

ایک جسیم اور تناور پہلوان کبھی تخت پر بیٹھا ہوتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سارے تخت پر چھایا جاتا ہے، اس حالت کو فردوسی نے اُس موقع پر جب رستم سہراب کے دیکھنے کو گیا ہے اور سہراب تخت پر بیٹھا ہوا اپنے پہلوانون سے باتین کر رہا ہے اس طرح ادا کیا ہے،

ع تو گفتی ہمہ تخت سہراب بود۔

سہراب نے کیکاوس کے خیمہ کے پاس جاکر برچھی سے خیمہ کی میخین اُکھاڑ کر پھینکدی ہیں فردوسی اس واقعہ کو اس طرح ادا کرتا ہے،

ازان پس بجنبید از جائے خویش — بہ نزدیک پردہ سرا رفت پیش،

خم آورد پشت و سنان سنج — بزد شندو برکند ہفتاد میخ

سرا پردہ یک بہرہ آمد ز پائے — ز ہر سو بر آمد دم کرنا نائے

عام شعرا اگر اس واقعہ کو لکھتے تو صرف اسپر قناعت کرتے کہ سہراب نے میخین اُکھاڑ کر پھینک دین، لیکن یہ خصوصیات کہ "وہ جھکا، جھک کر زور سے نیزہ مارا، ستر میخین اُکھاڑ کر پھینک دین، خیمہ کا ایک حصہ گر پڑا" نظر انداز کر جاتے، حالانکہ واقعہ کی تصویر کھینچنے کے لیے

ان تمام باتون کا ادا کرنا ضروری ہے،

اسی تفصیلی واقعہ نگاری کی بدولت ہم کو بہت سے ایسے محاورون تک رسائی ہوتی ہے جو یون ہی عام... طریقہ بیان میں نہیں آسکتے تھے۔

مثلاً سہراب نے جب رستم کو گرزمارا ہے تو رستم تلملا جاتا ہے مگر ضبط سے کام لیتا ہے اور سہراب پر ظاہر نہیں ہونے دیتا، اس واقعہ کو اردو کا محاورہ دان صرف اس لفظ سے ادا کرے گا کہ "پی گیا"، فردوسی نے بھی صرف محاورہ سے کام لیا، چنانچہ کہتا ہے۔

ع بپیچید و در دازدلیری بخورد، رستم ایک معرکہ میں صرف کمند ہاتھ میں لیکر گیا ہے، حریف سے سوال و جواب ہوئے تو اس سے طنز سے کہا کہ "اس کا ہاگے کے... بل پر بہت نہ اترا"، فردوسی اس طنزیہ محاورہ کو بعینہ اسی طرح ادا کرتا ہے،

بدو گفت ہومان کہ چندین مدم — بہ نیروے این رشتہ شصت خم

واقعہ نگاری کی مثالون سے تمام شاہنامہ بھرا پڑا ہے، ہم نمونہ کے طور پر ایک مختصر لیکن مسلسل داستان یہان نقل کرتے ہیں۔

یہ وہ موقع ہے کہ سہراب ایک ایرانی پہلوان کو لیکر کیکاؤس کے لشکرگاہ کو دیکھنے چلا ہے فوجین اپنے اپنے افسرون کے ساتھ الگ الگ ساز و سامان سے آراستہ ہیں، سہراب ایک ایک پر نگاہ ڈالتا جاتا ہے اور ہر ایک کا نام و نشان پوچھتا ہے، ایرانی پہلوان جواب دیتا ہے،

بدو گفت کز تو بپرسم ہمہ — زگردن کشان و ز شاہ و رمہ

سراپردہ و پیلہ رنگ رنگ — بدر واندرون خیمہ ہائے پلنگ

بہ پیش اندرون بستہ صد ژندہ پیل — یکے تخت پیروزہ برسان نیل

یکے زرد خورشید پیکر درفش — مرش ماہ زرین غلامش بنفش

بہ قلب سیاہ اندرون جائے کیست — زگردان ایران و نام چیست

بدو گفت کان شاہ ایران بود — کہ بر درگہش پیل و شیران بود،

وزان پس بدو گفت کز میمنہ — سواران بسیار و پیل و نہ،

---

al خورشید پیکر یعنی آفتاب کی صورت کا ۱۲

سراپردہ برکشیدہ سیاہ — زدہ گردش اندر ستادہ سپاہ
بگرد اندرش خیمہ زاندازہ بیش — پس پشت پیلان و شیران بہ پیش
زدہ پیش او پیل پیکر درفش — بہ نزدش سواران زرینہ کفش
چہ باشد ز ایرانیان نام اوے — بگو تا کجا باشد آرام اوے
چنین گفت کان طوس نوذر بود — درفشش کجا پیل پیکر بود
بپرسید کان سرخ پردہ سرے — یکے لشکرے کش بپیشش بپا
یکے شیر پیکر درفش بنفش — درافشان گہر در میان درفش
پس پشتش اندر سپاہی گران — ہمہ نیزہ داران جوشن وران
چنین گفت کان فر آزادگان — سپہدار گودرز نشوادگان
سپہ کش بود گاہ کینہ دلیر — دو چل پور دارد و چو پیل و چو شیر

اب رستم کی باری آتی ہے

دگر گفت کان سبز پردہ سرے — بزرگان ایران بہ پیشش بپا
یکے تخت پرمایہ اندر میان — زدہ پیش او اختر کاویان
براو بر نشستہ یکے پہلوان — ابا فر و با سفت و یال کوان
ازان کس کہ بر پائے پیشش براست — نشستہ بیک سر ازو برتر است
جو سامنے کھڑا ہے — رستم کا قد اس سے بیٹھنے کی حالت میں بھی نکلا ہوا ہے
بہ ایران نہ مردے بہ بالائے او — کمندے فرو ہشتہ ناپائے او
درفشش ببین اژدہا پیکر است — بران نیزہ بر شیر زرین سر است
بخود بر زمان بر خرد شد ہمے — تو گوئی کہ دریا بجوشد ہمے
کہ باشد بنام آن سوار دلیر — کہ ہر دم ہمی بر خرد شد چو شیر

ہجیر نے رستم کا نام بدل کر بتایا۔ سہراب اب اور افسروں کا حال پوچھتا ہے،

وزان پس بپرسید کز مہتران — کشیدہ سراپردہ بر کران
سواران بسیار و پیلان بپا — برآید ہمے نالۂ کرنا ہے

میان سراپردہ تختے زدہ — ستادہ غلامان بہ پیشش ردہ
(صف بصف ۱۲)
زبیران بگو نام آن مرد چیست — کجا جائے دارد نژاد اوش ازکیست،
چنین گفت کان پور گودرز گیو، — کہ خوانند گردان ورا، گیو نیو،
زگودرز یان بہتر و مہتر است — بہ ایران سپہ بر دو بہرہ سر است
(دو تہائی افسر ۱۲)
بدو گفت زان سو کہ تابندہ شید — برآید، یکے پردہ بینم سپید
زدیبائے رومی بہ پیشش سوار — ردہ برکشیدہ فزون از ہزار،
(صف بصف)
پیادہ سپردار و نیزہ وران، — شدہ انجمن لشکرے بیکران
زدیبا فرو ہشتہ زیب جلیل، — غلام ایستادہ ردہ خیل خیل
(صف بصف ۱۲)
نشستہ سپہدار بر تخت عاج (پردہ ۱۲) — نہادہ بران عاج کرسی ساج
چہ نام است اورا زنام آوران — سپہبد نژاد است یا سروران
بدو گفت کو را فرابرز خوان، — کہ فرزند شاہ است و تاج گوان
بدو گفت سہراب کین درخواست — کہ فرزند شاہ است و با افسر است

واقعہ نگاری جب اس حد تک پہنچ جاتی ہے تو اس کو مرقع نگاری یعنی آجکل کے محاورہ میں، سین دکھانا کہتے ہیں۔

جذبات رزمیہ میں درد و غم کے اظہار کا کم موقع پیش آتا ہے، اور آئے بھی تو بلاغت یہ ہے کہ اس کو زیادہ پھیلایا نہ جائے۔ تاہم کہیں کہیں اس کا موقع پیش آگیا ہے، تو فردوسی نے اسمیں بھی کمال دکھایا ہے، سہراب کے مرنے کی خبر سن کر اسکی ماں کی جو حالت ہوئی ہے، اور جسطرح اس نے نالہ و زاری کی ہے، اسکو اسطرح ادا کرتا ہے،

خروشید و جوشید و جامہ درید — بہ زاری بران کودک نارسید
(نوجوان ۱۲)
برآورد بانگ و غریو و خروش — زمان تا زمان زو ہمی رفت ہوش
(دہوم ۱۲)
فرو برد ناخن دو دیدہ بہ کند — برآورد و بالا در آتش فگند،
(انہیں نکالنے ۱۲)
مر آن زلف چون تاب دادہ کمند، — بہ انگشت پیچید و از بن بکند،
زسر برفگند آتش و برفروخت — ہمہ موی مشکین بہ آتش بسوخت

همی گفت کای جان مادر اکنون — کجائی؟ سرشته بخاک و بخون،
دو چشم به ره بود گفتم مگر، — ز سهراب و رستم بیابم خبر،
چه دانم نم ای پور کاید خبر، — که رستم به خنجر درید ت جگر
دریغش نیامد از آن روی تو — از آن بر زو بالا و بازوی تو.
بپرورده بودم تنش را به ناز — به رخشنده روز و شبان دراز
کنون آن بخون اندرون غرقه گشت — کفن بر تن پاک او خرقه گشت،
کنون من کرا گیرم اندر کنار — که خواهد بدن مر مرا غمگسار،
پدر جستی ای گرد لشکر پناه — به جای پدر گورت آمد براه،
چرا نامدم با تو اندر سفر، — که کشتی به گردان گیتی مشهور
مرا رستم از دور بشناختی — ترا با من ای پور بنواختی،
بینداختی تیغ آن سرفراز — نکردی جگرگاه ت ای پور باز
همی گفت و می خست و می کند موی — همی زد کف دست بر خوب روی
ز خون او همی کرد لعل آب را — به پیش آوریدا سپ سهراب را
سر اسپ او را به بر در گرفت، — بماند جهانی در او در شگفت
گهی بوسه زد بر سرش گه بروی — ز خون زیر ستمش همی راند جوی
بیاورد آن جامهٔ شاهوار — گرفتش چو فرزند اندر کنار
بیاورد خفتان و درع و کمان — همان نیزه و تیغ و گرز گران،
بسر بر همی زد گران گرز را — همی یاد کرد آن برو برز را،
بیاورد زین و لگام و سپر — ز کام و سپر را همی زد بسر

سہراب کی ماں نے جو کچھ کہا ہے کس قدر سچ اور کس قدر پر تاثیر ہے سہراب کے گھوڑے کو گود میں لینا، اسکے ہاتھ پاؤں چومنا۔ سہراب کے کپڑوں کو بچہ کی طرح آغوش میں لینا، ہتھیاروں کو سر پر پہننا، کسقدر اصلی حالت کی سچی تصویر ہے۔

بشیر، ایرانی پہلوان، افراسیاب کی لڑکی منیژہ اسپر عاشق ہوئی اور چوری سے

لیجا کر گھر میں رکھا، جب افراسیاب کو خبر ہوئی تو اس نے بیژن کو ایک تہ خانہ میں قید کر دیا اور منیژہ کو گھر سے نکال دیا۔ منیژہ بیژن کی تیمارداری اور خبرگیری کرتی تھی، رستم بیژن کے چھڑانے کو سوداگر بنکر آیا، اور توران پہنچکر تجارت کے سامان پھیلائے منیژہ کو خبر ہوئی، دوڑی ہوئی آئی اور رستم سے بیژن کے حالات بیان کئے رستم نے اس خیال سے کہ راز فاش نہ ہو جائے، منیژہ کو جھڑک دیا کہ میں بیژن و تیرن کو کچھ نہیں جانتا منیژہ دل شکستہ ہو کر کہتی ہے۔

بہ رستم نگہ کرد و بگریست زار، — ز خواری بپارید خون در کنار
بدو گفت کای مہتر پر خرد — ز تو سرد گفتن نہ اندر خورد
رستم سے کہا کہ اے سردار — اس طرح رکھائی سے جواب دینا کیا شایان ہے
سخن گر نہ گوئی مرا نم ز پیش — کہ من خود دلے دارم از درد ریش
اگر بات نہیں کرتے تو نکرو لیکن مجھکو کھہ پڑتے کیوں ہو — میرا دل تو خود مصیبت سے زخمی ہو رہا ہے
چنین باشد آئین ایران مگر — کہ درویش را کس نہ گیرد خبر
کیا ایران کا یہی دستور ہے — کہ لوگ غریبوں سے بات نہیں کرتے
زدی بانگ بر من چو جنگ آوران، — نہ ترسی تو از داور داوران،
مجھکو چیلوں کی طرح ڈانٹ بتاتے ہو — تمکو بادشاہوں کے بادشاہ (خدا) کا کچھ ڈر نہیں
منیژہ منم دخت افراسیاب، — برہنہ ندیدہ تنم آفتاب،
کنون دیدہ پر خون و دل پر ز درد — ازین در بدان در دو رخسار زرد
برائے یکے بیژن شور بخت، — فتادم ز تاج و فتادم ز تخت،

اختصار اور زور | بلاغت کے نکتہ شناس جانتے ہیں۔ کہ کسی واقعہ کے بیان کرنے میں جب جو سے زیادہ زور دینا مقصود ہوتا ہے، تو لمبی چوڑی تمہید اور تفصیل وہ کام نہیں دیتی، جو ایک پرزور مختصر جملہ کام دیتا ہے، قرآن مجید میں اوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ غشیہم من الیم ما غشیہم میں جو بات ہے وہ سینکڑوں جملوں سے ادا نہیں ہو سکتی، روم کے فاتح کا مشہور جملہ تم نے سنا ہوگا میں آیا میں نے دیکھا میں نے فتح کیا، شاہنامہ میں اس کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں سہراب کی پُر درد داستان اس شعر سے شروع کی ہے،

کنون جنگ سہراب و رستم شنو — دگر ہا شنیدستی این ہم شنو،

صرف "این ہم" نے جو بات پیدا کی ہے وہ ہزار ون تمہید سے نہیں پیدا ہو سکتی تھی، رستم افراسیاب کو خط لکھتا ہے، اور تمہید کے وسیع مضمون کو ایک مصرع میں ادا کرتا ہے،

وگرنہ بکام من آمد جوار — من و گرز و میدان و افراسیاب

نظامی نے اپنے فخریہ میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں لیکن فردوسی کے دو مصرع سب پر بھاری ہیں۔

بسے رنج بردم درین سال سی — عجم زندہ کردم، درین پارسی

رستم کی مار دھاڑ ہنگامہ آرائی اور قتال و جدال کا سمان صرف چار مصرعوں میں دکھایا ہے،

بروز نبرد آن یل ارجمند — بشمشیر و خنجر بگرز و کمند،

دریدو بزید و شکست و ببست — یلان را سر و سینہ و پا و دست

صلاح و مشورہ کیلئے لوگ جمع ہوئے ہیں، اسی میں کھانا بھی سامنے آگیا ہے لوگ کھا پی کر اٹھ کھڑے ہوئے، اسکو اس طرح ادا کرتا ہے،

پے مشورہ مجلس آراستند — نشستند و گفتند و برخاستند،

۸۔ صنائع بدائع شاعری کے زوال کا پیش خیمہ ہیں، اس لئے فردوسی کے کلام میں اس کو ڈھونڈھنا نہیں چاہیئے لیکن جو محاسن شاعری ضمناً کسی صنعت میں آجاتے ہیں اسکے کلام میں پائے جاتے ہیں، اور اعلیٰ درجہ پر پائے جاتے ہیں مثلاً لف و نشر مرتب،

بروز نبرد آن یل ارجمند — بشمشیر و خنجر بگرز و کمند،

دریدو بزید و شکست و ببست — یلان را سر و سینہ و پا و دست

لف و نشر مع طباق مقابلہ۔

فرو شد بہ ماہی و بر شد بہ ماہ — بزم و قبہ بارگاہ،

مبالغہ: زبس گرد میدان کہ بر شد بہ دشت — زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

رزمیہ شاعری: رزمیہ شاعری جسکو انگریزی میں ایپک پوئم کہتے ہیں، شاعری کے انواع میں سے بہترین انواع ہے، یورپ کے نزدیک دنیا کا سب سے بڑا شاعر ہومر ہے اس کا

کارنامہ فخر یہی رزمیہ شاعری ہے، مہابھارت جس کو ہندو آسمانی کتاب سمجھتے ہیں۔ وہ بھی ایک رزمیہ نظم ہے اور اگر ان دونوں کے پہلو میں کسی کو جگہ دی جا سکتی ہے تو وہ شاہنامہ ہے۔

رزمیہ شاعری کے کمال کے چند شرائط ہیں واقعہ ایسا مہتم بالشان ہو جس نے دنیا کی تاریخ میں کوئی انقلاب پیدا کر دیا ہو لڑائی کے ہنگامہ کا بیان اس زور شور اور پُر رعب طریقہ سے کیا جائے کہ دل دہل جائیں معرکہ جنگ کے تمام ساز و سامان اور آلات و اسلحہ جنگ تفصیل سے بیان کئے جائیں۔ سالار فوج اور مشہور بہادر کی لڑائی کے بیان میں لڑائی کے تمام دانوں پیچ ایک ایک کر کے دکھائے جائیں شاہنامہ میں یہ تمام باتیں اعلیٰ درجہ پر پائی جاتی ہیں۔

زلشکر برآمد سراسر خروش — زمین پر خروش و ہوا پُر خروش
(ہنگامہ جنگ اور ہلچل)
جہان لرزلرزان شد و دشت و کوہ — زمین شد ز نعل ستوران ستوہ،
درفش از درفش گروہ از گروہ، — گسستہ نشد شب برآمد ز کوہ
درخشیدن تیغہائے بنفش — ازان سایۂ کاویانی درفش،،
تو گفتی کہ اندر شب تیرہ چہر — ستارہ ہمے برفشاند سپہر،
زمین گشت جنبان چو ابر سیاہ — تو گفتی ہمے برنتابد سیاہ،
بلند آسمان چون زمین شد ز خاک — ز ہر سو ہمی برشدہ چاک چاک
دل کوہ گفتی مدرد ہمے،، — زمین با سواران بپرد ہمے،
زبس نعرۂ نالہ کرنائے، — ہمے آسمان اندر آمد ز جائے،
چنان تیرہ شد روی گیتی ز گرد — تو گفتی کہ خورشید شد لاجورد
بزد مہرہ بر کوہ ژندہ پیل، — زمین جنب جنبان چو دریائے نیل
ز گرد سواران ہوا بست میغ — چو برق درخشیدہ پولاد تیغ،
ز جوش سواران و آواز کوس، — ہوا قیرگون شد زمین آبنوس
تو گفتی زمین موج خواہد زدن — وزان موج بر اوج خواہد زدن
زبس گرد میدان کہ برشد بدشت — زمین شش شد و آسمان گشت ہشت
زبس نیزہ و گرز و گوپال و تیغ — تو گفتی ہوا ژالہ بارد ز میغ،

زگشتہ ہمہ دشت آورزگاہ — تن و دست و سر بود و نرگ و کلاہ

بجوشید دشت و بتوفید کوہ — زجوش سواران ہر دو گروہ،

تو گفتی کہ روی زمین آہن ست — زتیرہ ہوا نیز در جوشن است

شاہنامہ میں لڑائی کے سامان اور اسلحہ جنگ کی اسقدر تفصیل پائی جاتی ہے کہ ہم بہ تفصیل بتا سکتے ہیں، کہ آج سے دو ہزار برس پہلے آلات جنگ کیا کیا تھے۔ پہلوان اور بہادر کیا کیا ہتھیار لگاتے تھے۔ لباس جنگ کیا کیا تھے۔ مثلاً لڑائی کے وقت جو باجے استعمال ہوتے تھے، اُن کے نام یہ ہیں۔ بیتیرہ۔ گاؤدم۔ خرمہرہ۔ کوس۔ طبل۔ نقارہ۔ کرنائے۔ سرغلبن

اسلحہ جنگ یہ تھے۔ زرہ۔ جوشن۔ خود۔ مغفر۔ چار آئینہ۔ خفتان۔ نرگ۔ بیربیان۔ برگستوان۔

آلات اور سامان جنگ یہ تھے۔ گوپال۔ گرز۔ تیغ۔ سپر۔ درفہ۔ خنجر۔ ژوبین۔ ناوک خشت تیر۔ خدنگ۔ کمند۔ سنان۔ نیزہ۔ ژوپین۔ پرتاب۔ تبرزین۔ دبوس قارورہ۔ شراع۔ عرادہ۔ رایت۔ علم۔ درفش۔ اختر۔ سراپردہ۔

اقسام فوج۔ قلب۔ میمنہ۔ میسرہ۔ طلایہ۔ ساقہ و مدار۔

اُس زمانہ میں مجموعی فوج کے لڑانے کا فن نہ تھا اس لیے یہ پتہ نہیں لگتا کہ سپہ سالار کس طریقہ سے فوج کو لڑاتے تھے، رستم اگرچہ سپہ سالار تھا اور شاہنامہ سرتاسر گویا اُسکی داستان ہے تاہم کہیں یہ پتہ نہیں لگتا۔ کہ اُس نے فوج کو کیونکر لڑایا۔ طریقہ جنگ یہ تھا۔ کہ ایک ایک پہلوان، میدان میں آتا تھا، اور معرکہ آرا ہوتا تھا۔ ان معرکہ آرائیوں کو فردوسی اس تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ سماں باندھ دیتا ہے۔

لڑائی کے جتنے طریقے تھے، یعنی کشتی لڑنا۔ تلوار چلانا، تیر مارنا، کمند پھینکنا، برچھی چلانا وغیرہ وغیرہ شاہنامہ میں سب بہ تفصیل پائے جاتے ہیں۔ اور جس چیز کو جہاں لکھا ہے، اس طرح لکھا ہے کہ اُس کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے،

تہمتن زالوای شد در دمند — زفتراک بکشاد پیچان کمند

کمندانداری چو آہنگ رزم یلان داشتے — کمندے و گرزے گران داشتے

بیامد بغرید چون پیل مست — کمندے به بازو و گرزے بدست

بدو گفت کاموس چندین مدم — به نیروے این رشتهٔ شصت خم

برانگیخت کاموس جنگی نبرد — هم آورد را دید با زور و برد

بینداخت تیغ پرند آورش — همی خواست از تن گسستن سرش

سر تیغ بر گردن رخش خورد — ببرید بر گستوان نبرد

نیامد تن رخش را زان گزند — گو پیلتن حلقه کردن کمند

بینداخت و افکندش اندر میان — برانگیخت از جاے رخش دوان

بران اندر آورد و کردش دوال — عقابے شد و رخش با پر و بال

به رای و دلیری بیفشرد ران — گران شد رکیب و سبک شد عنان

همی خواست آن خام خم کمند — به نیروی تن بگسلاند ز بند

شد از هوش کاموس و نگسست خام — گو پیلتن رخش را کرد رام

عنان را به پیچید و او را ز زین — نگون اندر آورد و دوزد بر زمین

دو دست از پس پشت بستش چو سنگ — به خم کمند اندر آورد چنگ

تهمتن به بند کمر برد چنگ — گزین کرد یک چوبه تیر خدنگ

خدنگی برآورد پیکان چو آب — نهاده بر و چار پر عقاب

بمالید چاچی کمان را بدست — به چرم گوزن اندر آمد شکست

ستون کرد چپ را و خم کرد راست — خروش از خم چرخ چاچی بخواست

چو سوفارش آمد به پهنای گوش — ز چرم گوزنان برآمد خروش

چو پیکان ببوسید انگشت او — گزر کرد از مهرهٔ پشت او

بخورد تیر بر سینهٔ اشکبوس — سپهر آن زمان دست او داد بوس

قضا گفت گیر و قدر گفت ده — فلک گفت احسن ملک گفت زه

برآشفت سهراب و شد چون پلنگ — چو بر خواهد او چاره جوشد به جنگ

عنان برگرایید و برداشت اسپ — بیامد به کردار آذرگشسپ

چو آشفتہ شد شیر تندی نمود — سر نیزہ را سوی او کرد زود،
بدست اندرون نیزۂ بانستان — پس پشت خود گردش آنگہ سنان
بزد بر کمر بند گرد آفرید — زرہ بر تنش یک بیک بر درید
ززین برگرفتش بہ کردار گوی — کہ چوگان زباد اندر آید بروی،
گرفتند ازان پس دوال کمر — دو اسپ تگاور برآوردہ پر
یکے بُد بدست یل اسفندیار، — بدست دگر رستم نامدار
نیرو کشیدند زی خویشتن، — دو گرد سرافراز و دو پیلتن
ہمی زور کرد این بر آن، آن برین — نہ جنبید یک مرد بر پشت زین
کف اندر دہان شان شد خون و خاک، — ہمہ گبر و برگستوان چاک چاک
چو رستم ورا دید بفشرد ران — بگردن برآورد و گرز گران،
چو تنگ اندر آورد با او زمین — فرو کرد گرز گران را بہ زین،

شاہنامہ کا اثر شاہنامہ کے مقبول عام ہونے کے مخالف بہت سے اسباب جمع تھے، سب سے مقدم یہ کہ وہ سرتاپا غیر قومون کا کارنامہ تھا، اور مسلمانون کا جہان ذکر آگیا تھا، نہایت حقارت سے ان کو یاد کرتا تھا۔

زشیر شتر خوردن و سوسمار — عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیان را کنند آرزو، — تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

قادسیہ کے معرکہ مین مسلمانون نے بے نظیر شجاعت کے جوہر دکھلائے تھے فردوسی نے اسکو بھی مدہم کرکے دکھایا تھا۔ اس بات پر مذہبی گروہ میں عام ناراضی پھیلی، چنانچہ اسی زمانہ میں عمر نامہ[1] ایک کتاب لکھی گئی جس کے دیباچہ میں سبب تالیف یہ بیان کیا ہے کہ چونکہ فردوسی نے ایرانیونکے جھوٹے سچے قصے لکھ کر ملک میں مشہور کر دیئے، اس لئے یہ کتاب حضرت عمر فاروقؓ کے حالات میں لکھی گئی۔ کہ لوگون کی توجہ ادھر سے ہٹ جائے۔

چونکہ فردوسی نے سلطان محمود کی ہجو لکھ کر شاہنامہ میں اس کو منضم کر دیا تھا۔ اس لئے لوگ

[1] یہ کتاب میری نظر سے گذری ہے۔

شاہنامہ کو ہاتھ لگاتے ڈرتے تھے، فردوسی چونکہ معتوب شاہی تھا اس لیے بھی اس کی تصنیف مقبول عام نہو سکتی ہوگی،

یہ سب تھا لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ خراسان سے لیکر بغداد تک در و دیوار سے شاہنامہ کی صدا آنے لگی، تقریر، تحریر، تصنیف، تالیف، خلوت و جلوت، کوچہ و بازار، اس کی بازگشت سے گونج اٹھے لوگ کام سے فارغ ہو کر بیٹھتے تو کوئی خوش لہجہ شخص حفظ شاہنامہ کے اشعار پڑھتا اور شجاعت جانبازی، دلیری، حب وطن کا اثر تمام مجلس پر چھا جاتا۔

سینکڑوں برس تک، سلاطین و امراء کی باہمی خط و کتابت میں شاہنامہ کے اشعار جابجا درج ہوتے تھے۔ اور دلیری اور بہادری کے موقعوں پر بے ساختہ اسکے اشعار زبان سے نکل جاتے تھے میدان جنگ میں رجز کے بجائے شاہنامہ کے اشعار پڑھے جاتے تھے، سلجوقیوں کے اخیر فرمانروا طغرل اسلان نے میدان جنگ میں لڑکر جان دی تو شاہنامہ کے یہ اشعار زبان پر تھے،

من آن گرز یک زخم برداشتم — سپہ را همان جائے بگذاشتم

چنان؟ بر خروشیدم از پشت زین — کہ چون آسیا شد، پریشان زمین

شاہنامہ کے ہی کے اثر نے سینکڑوں برس تک، ایران کی شاعری کو غزل سے پاک رکھا۔ امتداد زمانہ سے جب اسکا اثر گھٹا، اور عشق و عاشقی کے خیالات قوم میں پھیلنے لگے، تو دفعۃً تاتاریوں کے طوفان نے مسلمانوں کی خاک تک اڑا دی۔

شاہنامہ کی زبان شاہنامہ کی زبان، آج کی زبان سے اسقدر مختلف ہے کہ گویا دو زبانیں الگ الگ ہیں۔ اور یہ شاہنامہ کی تخصیص نہیں، اُس زمانہ کے شعراء کی عام زبان یہی تھی۔ لیکن چونکہ اور کسی شاعر نے اسقدر الفاظ استعمال نہیں کئے اسلیئے فردوسی کی زبان بہ نسبت اور شعراء کے زیادہ بیگانہ اور غیر مانوس معلوم ہوتی ہے،

شاہنامہ کی زبان کی خصوصیات حسب ذیل ہیں،

اضمیروں کی ترکیب مثلاً،

ع ز شادی رخان شان چو گل بر دمید،

اسے یوں کہیں گے رخ ہان ایشان،

۲- غیر جاندار چیزوں کی جمع الف و نون سے مثلاً،
اگر عمر باشد مرا سالیان، یعنے سالہا،
۳- اسم اور فعل کے آخر میں الف زائد مثلاً،
ع سیامک برآمد برہنہ تنا، یعنے تن،
ع بہ سی روز گیتی بہ پیما بدا،
۴- فارسی الفاظ پر تشدید مثلاً خوشی - زرّ - پرّ - ہمّ - مزّہ - زرّ بفت - کنّری -
۵- بعض زائد حرف، مثلاً چنان کے بجائے چونان - اشیا کے بجائے اشیوار - چنین کے بجائے چونین - فرشتہ کے بجائے فریشتہ -
۶- در کے بجائے اندرون مثلاً،
بہ جنگ اندرون گرزۂ گاؤ رنگ،
۷- متحرک بجائے ساکن، اور ساکن بجائے متحرک، مثلاً،
ع - بگویم زمادرش و ہم از پدرش ع نیامدت از شیر و زد بو باک،
ع بہ شادی ہمہ جان را افشاندند،
۸- بے کے پہلے الف زائد،
ع ابے او نباشیم در جنگ شاد،
۹- و یا بجائے یا -
و یا بارہ رستم جنگجوے، بہ آخر نہد بے خداوند روے
۱۰- کجا بہ معنی کہ
ع در فشش کجا پیل پیکر بود،
۱۱- از بر بمعنے بر
ع نشست از بر کوہ ژندہ پیل یعنی بر کوہ،
۱۲- اچ بمعنے ہیچ،
ع زبیگان نہ و اچ جدا سرش -

۱۳- تمائے خطاب کا استعمال مثلاً،

ع ہزار آفرین کودک دہم نوش لب، یعنے ہزار آفرین ترا،

چو آئی خیال کہت مرا دو ہوا است، یعنی کہ ترا،

۱۴- ورا بمعنے او را۔

چو رستم ورا دید خیرہ بماند یعنے چو رستم او را دید،

۱۵- ازو کے بجائے ازوی۔

برادر آمد بہ پرسید ازوی، بدو گفت گستاخ با من بگوی

۱۶- ازیرا بجائے ازین رو،

ع ازیرا سرت از آسمان برتر است، یعنی ازین رو،

۱۷- آزمایش کے بجائے آزمون۔

نہادی برو دست را آزمون شکم بر زمین بر نہادی ہیون

۱۸- میم متکلم کا حذف۔

اگر من نہ رفتے بہ ماژندران یعنے اگر من نہ رفتمے،

ان تصرفات کے علاوہ سینکڑوں الفاظ ہیں جو بالکل متروک ہو گئے یا ان کی صورتیں بدل گئیں یا انکے بجائے اور الفاظ استعمال میں ہیں مختصراً چند الفاظ ذیل میں درج ہیں۔

لفظ	معنے	لفظ	معنے
ویژہ	خاص	تال و مال	ریزہ ریزہ
مر	شمار	تنش	تیر
اہرمن	حالا	ترک	کلاہ آہنی
ایدر	اینجا	ترنگ	صدای کمان
آخر	اصطبل	تلاش	پراگندہ
آذین	زینت و آرایش	تنگ آمدن	نزدیک آمدن
آذرگشسپ	برق	جوال	نمدیست کہ از پشم بافند

لفظ	معنے	لفظ	معنے
آستی	آستین	چاک	سفیدۂ صبح
برسان	بسان	چاک چاک	صدائے زدن شمشیر
آغاز	ارادہ	چرنگیدن	آواز گرز
افسوس	ظلم و ستم	چک	قبالہ اور دستاویز
اند	چند، یا اندک	سہ دیگر	سیوم
اندرخور	لایق	شارسان	شہر و شہرستان
انوشہ	آفرین	شبگیر	صبح
بادسر	مغرور	شخودن	خراشیدن
بارگی و بارہ	اسپ	شکرون	پارہ کردن
باژ	خراج	غرم	میش کوہی
بخش	حصہ	غرچہ	مخنث و نامرد
برتر	بلندی	غو	خردش
بسندہ	کافی	گو	پہلوان
پسیچ	قصد و کارسازی	فرو ریختن از اسپ	فرود آمدن
بگماز	شراب	فروتنی	فضیلت و بزرگی
پازہر	تریاک	فیلہ	گلہ اسپ
پذیرہ	استقبال کردن	فش	دم و یال اسپ
پدرام	آراستہ	قارورہ	آلہ ایست از آلات جنگ
پہلوانی	زبان پہلوی	خشت	نیزہ کوچک
در	در کوہ، و مرتبہ	دبوس	گرز
	ع بگفتش بہ رازین سخن در بدر	درع	پیراہن زنان
درخت	دارا سیاستہ	سبز در سبز	نام غنے است

لفظ	معنے	لفظ	معنے
ورقه	سپر چرمین	ستاده	خیمه
دستار	دسترخوان	ستاره	مسهری
دست بند	زنان رقاص	ستودان	وخمه
دست حابه	جامه سروپا	ستنج	راست وبلند
دست راست	وزیر اعظم	سرسری	فرمایه
دستوار	عصا	سرون	شاخ گاؤ
دفتر شکستن	دفتر ساختن	سُفت	دوش
دمدار	ساقه لشکر	شیب	دنباله تازیانه
دواج	لحاف	ماروچ	کج
دیدار	چشم ورخ، وپدیدار گشتن	صلاب	اصطرلاب
رده	صف	طبرخون	بید سُرخ
رزمه	بقچه	طُغرل	نوعی از مرغ شکاری
رسته	صف زده	قُرطه	کُرته
رفت آوری	آمد ورفت کردن	کاتوزی	زاهد
رنج	رنگ	کالوشه	دیگچه
روزبان	دربان	کشکین	نان جوین
روسپی	فاحشه	کفج	آب دهن
ریدک	غلام وامرد	کلک	کمان
ریمن	مکار	کنارنگ	بزرگ قوم
زجیر	تنبیح وتناب	کند آور	پهلوان
زخم	عمارت	کوهسر	کوهسار
زمزم	کلمات مغنی که وقت	گردگاه	تهی گاه وکمر

لفظ	معنے	لفظ	معنے
	پرستش گو بند	گردگان	مرہون
زمی	زمین	گریغ	گریز
زنہار خوردن	عہد شکستن	گشن	بسیار
زوار	خادم زندان خانہ	ماہار	مہار شتر
زکیدن	آہستہ زیر لب گفتن	مزیح	طعنہ وظرافت
سان	عرض لشکر	منجوق	ماہچہ علم
مہت	سنگین و گران	ویلہ	نعرہ
ناباک	بے باک	ہرکارہ	دیگ سنگی
نخ	صف لشکر	ہزمان	ہرزمان
نوز	ہنوز	ہمانند	مانند
نیو	پہلوان	ہوش	جان
وان	نگہبان	بیشک	چہارد ندان پیشیں
وبر	باد و فہم		جانور درندہ

ہمایون نامہ (از) گلبدن بیگم

ترجمہ اُردو

گلبدن بیگم۔ بادشاہ ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ کی صاحبزادی۔ اور ہمایون بادشاہ کی بہن اور جلال الدین محمد اکبر کی چچی، کی تصنیف۔ بلحاظہ حواشی مفیدہ مستند مورخین کے فٹ نوٹ۔ ذیل کی تاریخوں کا نچوڑ جو قابل دید ہے (۱) جوہر آفتاب چی ہمایوں بادشاہ (۲) خواندمیر۔ میر مورخ ہمایون بادشاہ (۳) ابوالفضل (۴) بایزید (۵) سیدی علی رئیس امیرالبحر (۶) ارسکائن (۷) تزک بابری (۸) البیت وڈوسن (۹) عبدالباقی نہاوندی (۱۰) عبدالقادر بدایونی (۱۱) الیاس ورس مترجم تاریخ رشیدی دیگر رسائل و جرائد وغیرہ وغیرہ۔

(۱۲) نظام الدین۔ طبقات اکبری۔ (۱۳) معصام الدولہ شاہنواز خان (۱۴) بیورج (۱۵) جیبرٹ (۱۶) جسکے آغاز میں ایک مبسوط مقدمہ متعلقہ حالات گلبدن بیگم اصل مصنفہ کتاب جو بذات خود تین عہد کی تاریخ ہے۔ بابر ہمایوں۔ اکبر اخیر میں ایک ضمیمہ ہے جسمیں ۲۰۰ سے زائد ان مشاہیر خواتین کا تاریخی نقطہ نظر سے ذکر ہے جنکا ان ہر سہ عہدوں سے تعلق تھا۔ ازاں جملہ آٹھ سے زائد عکسی تصویریں ہیں۔ غرض زبان اردو میں ایسی تاریخ عنقا ہے۔ زیور طبع اعلیٰ پیمانہ پر قابل دید ہے۔

حیات بابر

ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ کی بہت سی تاریخیں لکھی گئیں مگر جہانتک دیکھا گیا کوئی بھی تاریخی حیثیت نہیں رکھتی لہذا ہمنے نہایت کوشش اور جستجو سے اس کتاب کو تیار کیا اور اس سے زیادہ تحقیق اور صحت کی۔ انتہا ہو ہی نہیں سکتی،

حیات بابر کے ماخذ

(۱) تزک بابری (۲) تاریخ رشیدی (۳) حبیب السیر (۴) احسن السیر (۵) شیبانی نامہ (۶) اکبر نامہ۔ (۷) عالم آرائے عباسی (۸) ہمایون نامہ (۹) تاریخ حقی (۱۰) احسن التواریخ (۱۱) تاریخ فرشتہ۔ (۱۲) طبقات اکبری **حال کے ماخذ** ارسکنی۔ بیورج۔ لین پول۔ کالبد بکوٹ۔

کتاب نہایت اہتمام سے طبع ہو رہی ہے اول ایک مقدمہ۔ پھر اصل کتاب جسمیں ۱۶ فوٹو ہیں مختلف مواقع کے اور چار نقشے ہیں اس سے بہتر بابر کی لائف آپ کی نظر سے نہ گزری ہوگی۔

حافظ سید ابوالحسن ابن سید ظہور الحسن قومی پریس دہلی چھپتہ لال میاں

مختصر فہرست قومی پریس دہلی

ازواج النبی، جناب سرور کائنات کے ازواج مطہرات کے پورے حالات و سوانح درج ہیں، حضرت خدیجہ، حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت زینب، حضرت ام سلمہ، حضرت زینت، بنت جحش، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہ، حضرت میمونہ، حضرت صفیہ، مخالفین اسلام کے اعتراضوں کا پورا جواب دیا ہے، قیمت ۱۲ر

نکاح جعفر اور عباسہ، ایک عرصہ سے لوگ اس شبہ میں پڑے ہوئے تھے کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط ہم نے نہایت تحقیق اور مدلل دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ نہیں قیمت ۴ر

محل جان کی سرگذشت، ساری کتاب تلازموں سے لبریز لکھنؤ اور دہلی کی پرانی زمانہ کا پورا فوٹو جواب ناپید ہے ۶ر

کتب مولانا عبد الحلیم صاحب شرر

حالات اقوام کرد، کردوں کی معاشرت و رسومات شادی و غمی و مذہبی عقائد اور انکا ترکوں کے ساتھ تعلق سلطان کے محل کے اندرونی حالات اور زنانہ دربار کا پورا فوٹو اور والدہ سلطانہ و قاون آفندی کے اختیارات، بڑی دلچسپ کتاب ہے قیمت ۶ر

خلافت عمر و بن سعید بانی خلافت بنو امیہ و ابو مسلم خراسانی بانی خلافت عباسیہ کے پورے حالات قیمت ۳ر

تذکرہ مشاہیر عالم، ہر دو جلد کامل معہ فوٹو مولانا شرر۔ جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں، خلیفہ ناصر الدین اللہ، زبیر ابن عوام، عبد اللہ ابن زبیر ابن بطوطہ، بقراط جالینوس، مانی، سائدین وبعی، اعز الدین حسین، حاتم طائی، حیلہ بن ایہم، محمد بن تومرت، المہدی المغزلی، ابو عثمان، سعید بن مسیح، سباتائی سیوی، دمشق کی جامع بنی امیہ ابو الاسود دولی، احمد بن طولون ابو الضحاک، عمرو بن معدیکرب، زبیدی، نابغہ ذبیانی، اسکندر اعظم، سمسون ابن قراقر، شلغانی، الحکم، المستنصر، محمد عبد اللہ ازقیر منذر بن منیرہ، حجاج دمشقی مہوس، مسجد اباصوفیہ، محمد علی پاشا ابو جعفر منصور، ابو دلامہ شاعر، مسجد اقصیٰ صلیبی جہاد قیمت عہ ر

مخدرات مشاہیر عالم ہر سہ جلد کامل

جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں، سمی رامس ملکہ بابل ہند، بنت نعمان لیلائے اخیلیہ، شہرہ کاتبہ، زلیخا، ملکہ سجاح، ام سلمہ زوجہ سفاح، قطر الندی، بلقیس اونعا، علیہ بنت مہدی، خدیجہ بنت القیم، ملکہ استیر کتھرائن زبیدہ خاتون اصفہانی، قلوپٹرا، میڈم ڈی اسٹائل، رابعہ بصریہ، فاطمہ فقیہہ، ملکہ زبا، ام ابان، رابعہ، شامیہ فاطمہ نیشاپوریہ، ملکہ زنوبیہ، نوازوجہ، فرزدق، مصنفہ، فخر، زبدہ ہلینا، قسطنطین اعظم کی ماں قیمت عہ ر جلد دوم عورت ہی کی کشش دنیا میں انسان کو لائی، دہیائے کاہنہ، قیصر، تھیوڈورا، آل عثمان میں پہلی سلطانہ تھیوڈورا، بوادیقیا، قارلس مانڈوا، عائشہ زوجہ عبد اللہ بن ابی بکر صدیق، عتبہ، عمارہ، مزنہ، لطیفہ حدانیہ، ثبینہ، ام جعفر، حرقہ بنت نعمان، ست ملک ملکہ مصر، خولہ بنت الازور قیمت عہ ر

جلد سوم جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں۔ دیدول ملکہ سورپر گاں، اندلیس، راخیل، ماریہ، رولانان، فلپون، عائشہ بنت معاویہ، تذکار بائی خاتون، ارشدامیہ، فریدہ، عفرار، عائشہ بنت [illegible]، ہائی پیشیا، خرقا، ریبا بنت الفریق السلمی، جنیفیاف، ظریفہ بنت صفوان، ام حکیم بنت قارظ، قیمت عہ ر، جو صاحب تینوں جلدیں ایک ساتھ کامل لینگے انکو معہ محصول تین روپیہ میں معہ فوٹو مولانا شرر دیجاوے گی، کامل قیمت ۷ر

تصانیف شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی مرحوم

سیرۃ النعمان، امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کی مفصل سوانحعمری آپ کے اول سے آخر تک کے پورے تفصیلی حالات لکھے ہیں یہ ایک معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ قیمت عہ

الفاروق، مفصل سوانحعمری حضرت فاروق اعظم اس سے بہتر سوانح آپکی کوئی نہیں چھپی قیمت سے مع نقشہ فتوحات اسلام

سفرنامہ روم و مصر و شام، اس کتاب میں دیگر چشم دید حالات کے ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے صوبہ بہار کے کورس میں داخل ہے، قیمت عہ

الغزالی، امام محمد بن محمد الغزالی کی پوری سوانحعمری اور ان کے کلام پر تبصرہ اور ریویو، قیمت عہ

سوانحعمری مولینا روم، یعنی مولینا جلال الدین رومی کی مفصل سوانحعمری مثنوی شریف اور دیگر تصانیف پر تبصرہ قیمت عہ

مقالات شبلی، یعنی مولانا شبلی کے وہ علمی اور تاریخی مضامین جو ابتک مرتب ہوکر شائع نہیں ہوئے تھے قیمت عہ

المامون، سوانحعمری خلیفہ مامون الرشید اعظم اسمیں ان تمام کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون الرشید کا عہد عموماً شاہان اسلام سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے عہ

الہارون، سوانحعمری خلیفہ ہارون الرشید اعظم قیمت عہ

اورنگزیب عالمگیر پر ایک نظر، عالمگیر پر جو الزامات دیگر معاصرین عالم کرتے ہیں مولانا نے کس خوبی سے انکار کیا ہے، قیمت ۸ر

حیات سعدی، سوانحعمری شیخ سعدی کلام پر تبصرہ، ریویو ۸ر

حیات حافظ، سوانحعمری خواجہ حافظ شیرازی رح قیمت ۸ر

حیات خسرو، سوانح حضرت امیر خسرو رح قیمت ۸ر

مجموعہ نظم شبلی، ..... قیمت ۶ر

آغاز اسلام، مسلمان بچوں اور لڑکیوں کے لئے مفید ہے قیمت ۸ر

مقالات شرر و جذبات شرر

یہ مضامین نہیں بلکہ منشیانہ معجزات و معجزہ نگاری کی کرامتیں ہیں جنہیں انشاپردازی کا شوق ہو تو اس کتاب کو ضرور منگائیں انہی مضامین کی بدولت ہندوستانمیں بیسیوں جادو نگار بن گئے مولینا سے پہلے نیچرل مضامین کا لکھنے والا ہندوستانمیں کوئی نہ تھا ہمنے بڑی تلاش سے جمع کرکے طبع کئے ہیں قیمت عہ فہرست مضامین، دنیا عمر دو روزہ ہستی، آدھی رات، ہم اور ہمارے کمالات، شمع سحر، خود پسندی، برسات، بیکسی، رنج و الم، اندھیری رات، باد سحر، ہوا، گشتگان سلف، از ماست کہ بر ماست، شادی و غم، ہم آنیوالی گھڑی، برکھا رت، خلوص، اٹھتا ہوا کھنڈر، موسم خریف، اچھوتا پن، اوس کی رت، غم جدائی، یاس، سراپائے حسن، زمانہ دیہات کی شام، عالم خیال، شمع حرم، خاموش آسمان، گرمیوں کی رت، باغ آرزو، فصل بہار، لالہ خودرو، بیخودی، پھول، غریب کا جھونپڑا، گور غریباں، قیمت عہ

اسلامی سوانحعمریاں مولینا شرر عہ

ابو اسحٰق شیرازی، قاضی ابو یوسف، ابن سائح اندلسی، ابو علی فارسی، ابو حیان غرناطی، ابن سمعون، ابو بکر، خطیب بغدادی، ابو الفرج بن جوزی، ابراہیم حربی، ابو العیسنا، قاضی ابن ابی لیلیٰ، ابو عثمان خالدی، ابو حاتم سجستانی، ابراہیم موصلی، عبد اللہ ابن مبارک ابو علی بن مسلویہ۔ قیمت عہ

الناشر۔ سید ظہور الحسن، چھتہ لال میاں۔ دہلی

PK
6458
S47
1920